احیائے خلافت
ستمبر ۲۰۱۳ء، ذیقعدہ/ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ
مولانا ولی الرحمٰن رحؒ مسعود کی شہادت
Ihyae-e-Khilafat
احیائے خلافت کا مہمند ایجنسی کے
مسئول کیساتھ خصوصی گفتگو
خیبر ایجنسی میں مجاہدین اسلام کی داستانِ شجاعت
Umar Media
Umar Media
Umar Media

تحریک طالبان پاکستان کا علمی، سیاسی اور عسکری ترجمان

احیائے خلافت

ستمبر 2013ء ذیقعدہ/ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ

اس شمارے میں

سرپرستِ اعلیٰ
امیر محترم حکیم اللہ محسود حفظہ اللہ
مرکزی امیر تحریک طالبان پاکستان

سرپرستِ اعلیٰ
امیر محترم عمر خالد خراسانی حفظہ اللہ
عمومی مسئول حلقہ مہمند ایجنسی تحریک طالبان پاکستان

مدیر اعلیٰ
مولانا صالح قسام صاحب حفظہ اللہ

ہمارا برقی پتہ ہے:
ihyaekhilafat@gmail.com

زیر انتظام
مرکزی شعبہ نشر واشاعت تحریک طالبان پاکستان
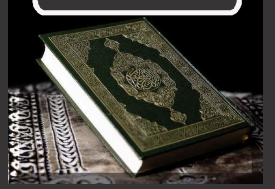
قال الله تعالیٰ ﴿فَإِذا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرُبَ الرِّقَابِ حَتَّى إِذَا أَثُخَنتُمُوهُمُ فَشُدُّوا الُوَثَاقَ فَإِمَّا مَنّاً بَعُدُ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّى تَضَعَ الُحَرُبُ أَوُزَارَهَا﴾

ترجمہ:۔جب تم کافروں سے بھڑ جاؤ توان کی گردنیں اڑادو یہاں تک کہ جب ان کو خوب قتل کر چکو تو (جو زندہ پکڑے جائیں ان کو) مضبوطی سے قید کرلو پھر اس کے بعد یا تو احسان رکھ کر چھوڑ دینا چاہیئے یا کچھ مال لے کر یہاں تک کہ (فریقِ مقابل) لڑائی (کے) ہتھیار (ہاتھ سے) رکھ دے۔

توضیح وتشریح: مذکورہ بالا آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو جنگ کے بارے میں چند ہدایات بیان فرمائے ہیں:

قولہ تعالیٰ"فَإِذا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرُبَ الرِّقَابِ" آیت کریمہ کے اس جز میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مسلمان مجاہدین کو یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جب تمہارا کافروں سے آمنا سامنا ہو جائے تو تم انکی گردنیں اُڑاو، علماء کرام نے لکھا ہے کہ گردن اڑانے کا لفظ کنایہ قتل سے یعنی جب جنگ شروع ہو جائے تو اس وقت اپنی تلوار کو تیز رکھو، اور یہ لفظ استعمال کرنے کی علماء نے یہ تاویل کی ہے کہ اس میں شدت ہے۔

قولہٗ تعالیٰ" حَتَّى إِذَا أَثُخَنتُمُوهُمُ فَشُدُّوا الُوَثَاقَ فَإِمَّا مَنّاً بَعُدُ وَإِمَّا فِدَاءً "یعنی جب کفار کیساتھ خوب قتل وقتال ہو جائے اور مسلمان ان کا خون بہادے تو جو کفار جنگجو باقی بچے، انہیں پکڑ کر قیدی بناو، اثخان کا معنیٰ ہے خوب خونریزی کرنا۔

جنگی قیدیوں کے احکام

اس مقام پر اللہ جل شانہ نے قیدیوں کے احکام ذکر فرمائے ہیں، اسلام میں قیدیوں کے ساتھ چار طریقوں میں سے کوئی ایک بھی جائز ہے (۱) غلام بنانا جسے استرقاق کہتے ہیں (۲) قتل کرنا (۳) احسان کر کے چھوڑنا (۴) فدیہ لیکر چھوڑنا۔

غلام بنانا (استرقاق)

اسلام میں قیدیوں کو غلام بنانا جائز ہے۔ وہ قیدی جو جنگ میں پکڑ کر لائے جائے ان کے مردوں کو غلام اور عورتوں کو باندیاں (لونڈیاں) بنانا جائز ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں کئی کفار کو قیدی بنایا ہے، اسی طرح تفسیر مظہری میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت منقول ہے، روایت کے الفاظ ہیں"ان شاء و قتلوهم وان شاء و استعبدوهم وان شاء و افادوهم وان شاء و اعتقوهم"یعنی اگر مسلمان چاہے تو ان قیدیوں کو قتل کر دیں یا انہیں غلام بنادیں اور اگر چاہے تو ان سے فدیہ لے اور اگر چاہے تو انکو آزاد کر دیں۔

قتل

اسلام نے مجاہدین کو یہ اجازت دی ہے کہ کفار کے جنگی قیدیوں کو اگر چاہے تو قتل کر سکتے ہیں، غزوہ بدر کے موقع پر جب کفار کے ستر قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے تو اس بارے میں مشورہ ہوا کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام کی رائے یہ تھی کہ ان سے فدیہ لیکر چھوڑے جائیں، کیونکہ یہ امکان ہے کہ کل کو یہ لوگ مسلمان ہو جائے اور ان سے اسلام اور مسلمانوں کو فائدہ پہنچے۔ حضرت عمر اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا مشورہ یہ تھا کہ انکو قتل کیا جائے۔ آخر کار فیصلہ اس بات پر ہوا کہ فدیہ لیکر انکو چھوڑا جائے، جب اس مشورہ پر عمل ہوا تو اس پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے ناپسندیدگی کا اظہار نازل ہوا، کہ بہتر یہ تھا کہ انہیں قتل کیا جاتا۔ اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر عذاب نازل ہوتا تو عمر اور سعد رضی اللہ عنہما کے علاوہ کوئی بھی نہ بچتا۔

فدیہ لینا

قیدیوں سے فدیہ لینا بھی جائز ہے، فدیہ چاہے مال کی صورت میں ہو چاہے کفار کے قید میں موجود مسلمان قیدیوں کو ان کے بدلے میں رہا کیا جائے، علمائے کرام نے تصریح کی ہے کہ یہ دونوں صورتیں جائز ہیں، اگر چہ بعض علماء کرام کے اقوال سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فدیہ لینا جائز نہیں، لیکن مختار اور مفتیٰ بہ قول یہ ہے کہ یہ صورت جائز ہے، جیسا کہ مذکورہ بالا آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے"فاما منا بعدُ واما فداء"۔

بغیر عوض کے چھوڑنا

اسلام میں مسلمانوں کے امام کو اس بات کا بھی اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اگر مناسب سمجھے تو کفار کے قیدیوں کو بلا عوض چھوڑ دے۔قرآن کریم کی مذکورہ آیت میں اس کی بھی تصریح موجود ہے "فاما منا" یعنی یا ان پر احسان کر کے چھوڑا جائے۔بعض علماء کرام نے اس صورت میں یہ کہا ہے یہ آیت منسوخ ہے سورۃ انفال کی آیت کی وجہ سے نہیں، لیکن علماء نے لکھا ہے کہ یہ دونوں آیتیں منسوخ نہیں ہیں البتہ اس میں امام کو اختیار ہے کہ جو صورت چاہے اختیار کر لے۔ایک تو مذکورہ بالا آیت اور دوسرا یہ کہ حدیبیہ کے مقام پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے اسی (۸۰) بندوں کو گرفتار کیا اور انہیں بغیر عوض کے رہا کیا۔ان چار حالتوں کو علماء امت نے مسلمانوں کی حالات اور مشکلات پر تقسیم کیا ہے، مثلاً غزوہ بدر کے موقع پر کفار کی شان وشوکت تھی تو مسلمانوں کے لیے مناسب یہ تھا کہ ان کے قیدیوں کو قتل کرتے، اسی طرح حدیبیہ میں چونکہ نبی کریم ﷺ مصالحت کی کوشش فرما رہے تھے اس وجہ سے وہاں کفار کے قیدیوں کو مفت میں آزاد کیا، لہٰذا اگر مسلمانوں کو غلاموں کی ضرورت ہو تو کفار کو غلام بھی بنا سکتے ہیں اور اگر اموال کی سخت ضرورت ہو تو پھر کفار کے قیدیوں کی رہائی کے عوض پیسے لیکر انہیں رہا کرنے کی بھی شریعت مطہرہ نے اجازت دی ہے۔

اسلام اور غلامی

عصر حاضر میں اسلام پر اُٹھائے جانے والے سوالات میں ایک اہم سوال یہ بھی اٹھایا جاتا ہے کہ اسلام جیسے مہذب اور عالمگیر دین میں کس طرح انسان کو غلام بنانے کی اجازت دی گئی ہے؟ یہ سوالات تو اولاً کفار نے اُٹھائے تھے اور پھر رفتہ رفتہ مغربی ملکوں میں اسلامی اور عصری علوم حاصل کرنے والے سطحی اذہان کے حامل کچھ مسلمان بھی اس مسئلہ پر منہ چھپاتے ہوئے نظر آئے۔

قوموں کی تاریخ میں جنگ اور لڑائی ایک واقع اور مسلم امر ہے، ہر تہذیب اور قوم کے آپس میں اور دیگر اقوام اور تہذیبوں کیساتھ لڑائیاں اور جنگیں ہوئی ہیں اور یہ سلسلہ تاہنوز جاری ہے، جنگ میں جہاں اور بہت سارے مسائل پیش آتے ہیں وہاں کچھ لوگ قید بھی ہو جاتے ہیں، ان جنگی قیدیوں کیساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ اس بارے میں تو اسلام نے مسلمانوں کو چار طرح کے احکامات دیے ہیں، لیکن اسلام کے علاوہ کسی مذہب میں جنگی قیدیوں کے بارے واضح احکامات موجود نہیں ہیں، ہر قوم اور ملک نے اپنی سوچ اور فہم اور خواہش کے مطابق قوانین بنائے اور اسی کے مطابق ان کیساتھ سلوک کرتے ہیں۔

اسلام میں قیدیوں کو غلام بنانا جائز ہے، لیکن اسلام نے غلامی کیساتھ ایسے شرائط وضع کیے جس سے اس انسان کے بنیادی انسانی حقوق ضائع نہ ہوں، نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو غلاموں کے بارے میں خصوصی ہدایات دی۔ایک حدیث شریف میں ارشاد ہے [اخوانکم جعلھم اللہ تحت ایدیکم فمن جعل اللہ اخاہ تحت یدہ (یدیہ)فلیطعمہٗ مما یاکل ولیلبسہ مما یلبسُ ولا یکلفہ من العمل مالا مایغلبہٗ فان کلفہ مایغلبہٗ فلیعنہٗ علیہ](صحیح البخاری) ترجمہ: یہ غلام تمہارے بھائی ہیں جو اللہ نے تمہارے ماتحت بنا دیے ہیں لہٰذا جس کا بھائی اس کے ماتحت ہو تو اسے وہی کھانا کھلائے جو خود کھاتا ہو اور وہی کپڑا دے جو خود پہنتا ہو۔اور اسے ایسے کام کا نہ بتائے جو اس کی طاقت سے زیادہ ہو اور اگر اسے کوئی ایسے کام کا بتائے جو اس کے لئے مشکل ہو تو پھر خود اس کے ساتھ تعاون کریں۔

اب غور کرنا چاہیے کہ جو شخص آپ کے ساتھ کھانے پینے اور لباس میں برابر ہو، اور جس پر کوئی ایسا کام کرنا بھی ناجائز ہو جو اس کے بس سے باہر ہو اس کی غلامی کیا برائے نام غلامی نہیں رہتی۔اسی طرح اسلام میں غلام کو تعلیم حاصل کرنے، شادی کرنے کے حقوق بھی حاصل ہیں، تاکہ ایک انسان کی صلاحیتیں ضائع نہ ہوں ،جس طرح کہ آج کل کے کفریہ قوانین میں ہوتا ہے کہ باصلاحیت لوگوں کی صلاحیتیں جیل کی سلاخوں کے پیچھے سلب ہو جاتی ہیں۔

اسلام نے اس برائے نام غلامی کی بھی حوصلہ شکنی کی ہے اور مسلمانوں کو مختلف مواقع پر غلام آزاد کرنے کا پابند کیا ہے، مختلف اعمال میں لازم ہونے والے کفارات میں غلام کو آزاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے، ظہار کے کفارے میں غلام آزاد کرنے کا حکم ہے، اسی طرح قتل میں لازم ہونے والے کفاروں میں بھی غلام آزاد کرنے کا حکم ہے، اس کے علاوہ مختلف اوقات میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ تحریر رقبہ کریں یعنی غلام کو آزاد کریں۔

آخر میں ایک مشہور مستشرق موسیو گستاؤلیبان کا ایک اقتباس جسے مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ نے معارف القرآن میں نقل فرمایا ''غلام کا لفظ جب کسی ایسے یورپین شخص کے سامنے بولا جاتا ہے جو تیس سال کے دوران لکھی ہوئی امریکی روایتوں کو پڑھنے کا عادی ہے تو اس کے دل میں ان مسکینوں کا تصور آجاتا ہے جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں، ان کے گلوں میں طوق پڑے ہیں اور انہیں مار مار کر ہنکایا جارہا ہے، ان کی غذا ان کی سد رمق کے لئے بھی کافی نہیں اور انہیں رہنے کے لئے تاریک کوٹھڑیوں کے سوا کچھ میسر نہیں، مجھے یہاں اس سے بحث نہیں کہ یہ تصویر کس حد تک درست ہے اور انگریزوں نے چند سالوں میں امریکہ میں جو کچھ کیا ہے یہ باتیں ان پر صادق آتی ہیں یا نہیں؟ لیکن یہ بات بالکل یقینی ہے کہ اہل اسلام کے یہاں غلام کا تصور مسلمانوں کے یہاں غلام کے تصور سے بالکلیہ مختلف ہے''۔

اداریہ

مولانا ولی الرحمٰن رحمہ اللہ کی شہادت

۲۹ مئی ۲۰۱۳ء کو رات کے آخری پہر ۳ بجے ایک امریکی ڈرون حملے میں نتیجے میں تحریک طالبان حلقہ جنوبی وزیرستان کے عمومی مسئول حضرت مولانا ولی الرحمٰن قدس اللہ سرہ نے جام شہادت نوش فرمایا۔اس حملے میں مولانا ولی الرحمٰنؒ سمیت چھ دیگر مجاہدین نے بھی شہادت کا اعلیٰ رتبہ حاصل کیا۔مولانا رحمہ اللہ کے سر کی قیمت امریکی حکومت نے ۵ ملین ڈالر مقرر کیا تھا جبکہ حکومت پاکستان نے ان کے بارے میں معلومات دینے پر پانچ کروڑ روپے کا اعلان کیا تھا۔

مولانا ولی الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ تحریک طالبان پاکستان کا ایک سرکردہ اور نامور قائد تھا،مولانا صاحبؒ کا تعلق جنوبی وزیرستان کے تحصیل سراروغہ کے گاؤں مالیخیل سے تھا،آپ کی پیدائش ایک دیندار گھرانے میں ہوئی تھی ،ابتدائی تعلیم جنوبی وزیرستان کے علاقے تحصیل خیسورہ میں حاصل کی اسی طرح شمالی وزیرستان میں بھی کچھ عرصہ دینی اسباق پڑھتے رہے اس کے بعد دینی علوم کی تکمیل کے لئے فیصل آباد کے جامعہ امدادیہ میں داخلہ لیا اور ۱۹۹۶ء میں وہیں سے دورہ حدیث شریف سے فراغت ہوئی۔

دینی علوم کی تکمیل کے بعد آپ نے جہادی زندگی کا آغاز کیا اور اس وقت امارتِ اسلامی افغانستان قائم تھا،جس کی حمایت اور نصرت کے لئے آپ نے کئی دفعہ افغانستان کا سفر کیا،جب پاکستان میں جہادی تحریک کا آغاز ہوا تو آپ اسوقت بیت اللہ محسود رحمہ اللہ کے ساتھ شریک کار تھے،تحریک کے آغاز میں آپ کو ایک مصالحتی کمیٹی کا امیر منتخب کیا گیا اور پھر کچھ عرصہ بعد آپ کو شعبہ مالیات بھی سپرد کیا گیا۔شہید امیر بیت اللہ محسود رحمہ اللہ کی شہادت سے کچھ عرصہ پہلے امیر محترم نے آپ کو اپنا نائب مقرر کیا اور پھر ان کی شہادت کے بعد آپ حلقہ جنوبی وزیرستان کے امیر منتخب ہوئے ۔اور تاحیات پھر اسی منصب پر اپنی خدمات انجام دیتے رہے۔

جنوبی وزیرستان میں اس سے پہلے مولانا صاحب شہید کے ایک برادر نسبتی قاری حبیبؒ بھی جام شہادت نوش فرما چکے ہیں،مولانا ولی الرحمٰنؒ کے پس ماندگان میں ان کے دو بیٹے،اہلیہ اور پانچ بھائی ہیں۔

مولانا ولی الرحمٰن صاحب کی پوری زندگی ایک مجاہد اور جہادی قائد کے صفات سے متصف تھی،حلقہ محسود کے تمام معاملات انتہائی ہوشیاری،کمال دانشمندی اور مہارت سے چلاتے رہے،پورے حلقہ محسود میں آپ نے جو نظم قائم کیا تھا اس کی بدولت آج تک مجاہدین کامیاب کاروائیاں سرانجام دے رہے ہیں۔پورے حلقہ محسود میں آج تک کسی قوم نے یا کسی ملک نے طالبان مخالف لشکر نہیں بنایا ہے جو کہ آپ کی کامیاب پالیسی کا نتیجہ ہے۔

اسلام کی خاطر اپنی جوانیوں کو قربان کرنے کا تسلسل تا حال قائم ہے

حکومت پاکستان کے لئے مولانا صاحب کی ذات ہمیشہ ایک دردِ سر بنا رہا، یہی وجہ تھی کہ حکومت نے آپؒ کے خلاف پانچ کروڑ پاکستانی روپے انعام کا اعلان کیا۔ ہزار کوششوں کے باوجود اللہ تعالیٰ ان کو ذلیل و رسوا کرتے رہے۔ صرف پاکستان نہیں، بلکہ مولانا ولی الرحمٰن قدس اللہ سرہ نے امریکیوں کی نیندیں بھی حرام کر دی تھی۔ آپ مسلسل افغانستان میں اپنے جان نثار ساتھی بھیجتے رہے، اور امریکی اور افغان سیکورٹی فورسسز کے خلاف کامیاب کاروائیوں میں انہیں نا قابل تلافی نقصان پہنچایا۔ امریکہ نے آپ کے حملوں سے تنگ آکر اعلان کیا کہ جو شخص اسے گرفتار یا قتل کر دیں تو اسے پچاس کروڑ پاکستانی روپے بطور انعام ملیں گے۔

پاکستانی فوج اور خفیہ اداروں نے اپنے آقاؤں امریکی غداروں کیساتھ مل کر مولانا ولی الرحمٰن رحمہ اللہ کے خلاف کوشش جاری رکھی ہوئی تھی، پاکستانی خفیہ ادارے جو کہ اپنی خیانت، دھوکہ اور غدر میں پوری دنیا میں بدنام ہیں، انہوں نے امریکیوں کیساتھ مکمل تعاون کر کے مولانا صاحب کی جاسوسی کی اور آخر ایک ڈرون حملے میں مولانا نے اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کی۔

تحریک طالبان پاکستان کے مرکزی امیر محترم حکیم اللہ محسود حفظہ اللہ ورعاہ نے اس موقع پر اپنے تاثرات یوں بیان فرمائے ''مولانا ولی الرحمٰن صاحب' اللہ ان کی شہادت قبول فرمائے، میرے دیرینہ رفقاء میں سے تھے، ہم نے اکھٹے جہاد کیا، ایک ساتھ امیر محترم بیت اللہ محسود شہید رحمہ اللہ کے ساتھ جہاد میں شریک رہے، مولانا صاحب میں اللہ تعالیٰ نے بے پناہ صفات جمع فرمائی تھیں، آپؒ کفار کے بارے میں سخت اور مسلمانوں کے بارے میں نرم گوشہ رکھنے والے تھے۔ حلقہ جنوبی وزیرستان میں منظم انداز میں جہادی سرگرمیوں کو جاری رکھا۔ مولانا صاحب کی جدائی کا غم ہمیشہ ایک بار گراں کی طرح میرے ذہن پر سوار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان کی روح کو غریق رحمت فرمائے''۔

تحریک طالبان پاکستان کی تاریخ کا آغاز ہی قربانیوں سے ہے، اس تسلسل کو برقرار رکھنے کے لئے بانئ تحریک امیر محترم شہید بیت اللہ محسود رحمہ اللہ نے اپنا قیمتی خون پیش کیا، اسی تسلسل میں حلقہ باجوڑ ایجنسی کے عمومی مسئول مولانا داد اللہ صاحب رحمہ اللہ نے بھی شہادت کا جام نوش فرمایا تھا، اور یہی شوق درہ آدم خیل کے امیر کمانڈر طارق منصور آفریدی رحمہ اللہ کو دربار خداوندی میں لے گئی۔ ہم اس عزم کا اعادہ کرتے ہیں کہ ہم اس راہ میں ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار ہیں لیکن نظریہ اور موقف سے سرِ مو اختلاف کو برداشت نہیں کر سکتے۔ خلافتِ اسلامیہ کے قیام تک یہ سفر ہم اپنے لہو کے قطروں سے جاری رکھیں گے۔ انشاء اللہ

امیر محترم کمانڈر عمر خالد خراسانی حفظہ اللہ کیساتھ احیائے خلافت کا خصوصی انٹرویو

تعارف

کمانڈر عمر خالد خراسانی حفظہ اللہ تحریک طالبان پاکستان کا ایک نامور عسکری قائد ہے، خاندانی نام عبدالولی ہے جبکہ جہادی حلقے عمر خالد خراسانی کے نام سے پہچانتے ہیں۔ شہید امیر بیت اللہ محسود رحمہ اللہ نے مہمند ایجنسی کا عمومی مسئول مقرر کیا تھا، بعد میں خیبر ایجنسی کے بھی عمومی مسئول منتخب ہوئے۔ تحریک طالبان پاکستان میں آپ ایک سخت گیر اور عسکری قائد کے طور پر پہچانے جاتے ہیں اور حکومتی ادارے ہر وقت آپ کے خوف میں مبتلا رہتی ہے۔

تحریک طالبان پاکستان میں شمولیت سے پہلے کئی سال تک حرکت المجاہدین سے وابستہ رہے۔ افغانستان کے مختلف محاذوں کے مختصر اور طویل دورے کر چکے ہیں اور کئی مشہور معرکوں میں حصہ لے چکے ہیں۔ جہادی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ صحافتی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیتے رہے اور مختلف قومی اور علاقائی اخبارات کے ساتھ کام کر چکے ہیں۔ ''مہمند ادبی غنچہ'' نامی ایک علاقائی ادبی تنظیم کے باقاعدہ کافی عرصہ تک رکن رہے۔

احیائے خلافت کی ایک دورکنی ٹیم نے چند دن پہلے ایک دشوار سفر کے بعد ان کے ساتھ ایک تفصیلی مجلس کی، جس میں ان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر ان سے گفتگو ہوئی۔ احیائے خلافت قارئین کی استفادے کے لئے اسے نشر کر رہا ہے۔ ادارہ

احیائے خلافت: امیر محترم! احیائے خلافت آپ کا شکریہ ادا کرتا ہے کہ آپ نے ہمارے لئے وقت نکالا۔

امیر محترم: الحمد لله وحده السلاةُ والسلامُ علىٰ من لا نبى بعده ونسئل الله ربنا ان يجعلنا من من يطيعه ويطيعُ رسولهُ ويتبعُ رضوانهُ ويجتنبُ سخطهُ فانما نحنُ به ولهُ اما بعدُ:

سب سے پہلے تو میں احیائے خلافت کی ٹیم کا مشکور ہوں کہ آپ تشریف لائے میں اللہ کے حضور میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی ان کاوشوں کو کامیابی سے ہمکنار فرمائے اور اسے اپنے دین کی سربلندی اور سرفرازی کا ذریعہ بنائے۔ آمین

احیائے خلافت: اپنی پیدائش اور تعلیم وتربیت کے حوالے سے کچھ معلومات اگر قارئین کو عنایت فرمائیں؟

جواب: میری پیدائش ۵ رمضان المبارک ۱۴۰۰ ہجری بمطابق ۱۸ جولائی ۱۹۸۰ء کو مہمند ایجنسی کے تحصیل صافی کے گاؤں قندہارو میں آزاد کور میں ہوئی، ناظرہ قرآن کریم، حفظ، ترجمہ اور بعض دیگر ابتدائی کتابیں اپنے والد محترم سے پڑھی، لکڑی ہائیر سیکنڈری سکول سے عصری تعلیم حاصل کی اور پھر کچھ عرصہ تک دینی تعلیم کی حصول کے لئے کراچی کے مختلف مدارس میں پڑھا۔

سوال ۳: جہادی زندگی کا آغاز کب سے کیا اور جہاد میں آنے کے عوامل کیا تھے؟

جواب: چونکہ جہاد ایک مقدس اسلامی فریضہ ہے اور مسلمان قوم اس فریضے کو مسلسل جاری رکھی ہوئی ہے، ہمارے آباؤاجداد نے بھرپور طریقے سے جہاد میں حصہ لیا یہی وجہ ہے کہ میرا خاندانی پس منظر بھی الحمدللہ جہاد سے وابستہ ہے۔ میرے پَر دادا ملک جمندر خان افغان حکومت کی طرف سے منگلولام نامی جنگ میں شجاعت اور بہادری دکھانے پر اس وقت کے افغان حکومت نے انہیں تمغہ شجاعت اور کابل میں زمین بطور انعام دی تھی۔ ان کی شہادت کے بعد ان کے چھوٹے بھائی یعنی میرے دادا کے چچا ملک شہباز خان نے بھی ۱۹۲۷ء میں جنگ میں حاجی صاحب ترنگزئی کیساتھ بھرپور حصہ لیا تھا اور اس جہاد میں اپنی قوم کی سربراہی کی تھی نحقی کنڈاؤ کے مقام پر جنگ میں انگریز فوج کی ایک پلٹن جو گائیڈ کے نام سے مشہور تھی، تباہ ہوگئی تھی۔ اسی طرح میرے والد محترم نے بھی روس جہاد میں افغانستان کے صوبہ کنڑ میں حصہ لیا تھا۔ تو ایک جہادی خاندان کے فرد ہونے کی وجہ سے مجھ پر یہ اثر غالب ہی رہا اور میں نے بھی اس راستے کا انتخاب کیا، ۱۹۹۶ء سے میں جہادی سرگرمیوں سے منسلک رہا لیکن باقاعدہ آغاز ۲۰۰۰ء میں کیا اور اسی سال جہادی تربیت حاصل کی، ۲۲ فروری ۲۰۰۰ء کو حرکت المجاہدین کی طرف سے مہمند ایجنسی کا مسئول مقرر ہوا اور ۲۰۰۱ء میں جب امت مسلمہ کو امارت اسلامیہ افغانستان کی سقوط کا عظیم سانحہ پیش آنے والا تھا تو اس وقت میں افغانستان میں باگرام کے محاذ پر اپنے دیگر مجاہدین ساتھیوں کیساتھ موجود تھا۔ ۲۰۰۳ء میں کشمیر کے بارڈر پر ھجیرہ سیکٹر کے مقام پر تشکیل کیا تھا۔ اس کے بعد امارت اسلامی افغانستان کے ساتھیوں کیساتھ مختلف موقعوں پر تعاون کرتا رہا، ۲۰۰۶ء میں صوبہ پکتیکا کے ضلع برمل میں مختلف معرکوں میں اللہ تعالیٰ نے شرکت کی توفیق دی۔

اسی دوران امیر محترم بیت اللہ محسودؒ کے ہاتھ پر بیعت کیا اور ۶ ستمبر ۲۰۰۶ء کو انہوں نے مہمند ایجنسی کا عمومی مسئول مقرر کیا، اس کے بعد مہمند ایجنسی میں پہلے سے

موجود تمام جہادی جماعتوں اور گروہوں کو متحد کیا اور باقاعدہ طور پر تحریک طالبان پاکستان مہمند ایجنسی کا اعلان کیا، یہ پاکستان میں پہلی مرتبہ تحریک طالبان پاکستان کے نام کا ظہور تھا۔ اس کے بعد ہم نے قبائل کی سطح پر تمام مجاہدین کو اکٹھا کرنے کی غرض سے کوششیں شروع کی اور الحمدللہ دو ماہ کی انتھک محنت کے بعد تحریک طالبان پاکستان وجود میں آئی، وللہ الحمد۔

آپ نے سوال کے دوسرے حصے میں جہاد میں آنے کے اسباب اور عوامل کے بارے میں پوچھا ہے، تو اس بارے میں عرض یہ ہے کہ جیسا میں نے پہلے بھی وضاحت کی کہ میرے آباؤ واجداد نے احیائے خلافت اور طاغوتی نظام کے خلاف بے پناہ قربانیاں دی تھی، اور میرے خیال میں یہی سب سے بڑا عامل اور محرک ہوسکتا ہے۔ لہٰذا اللہ نے مجھے بھی جہادی میدان میں حصہ لینے کی توفیق دی اور انشاءاللہ یہ عزم ہے کہ سانس کے آخری قطرے تک احیائے خلافت کی مشن کے لئے لڑتے رہینگے۔

احیائے خلافت: افغان جہاد میں آپ کا کیا کردار رہا، اس کے متعلق کچھ بتائینگے؟

جواب: جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ سقوط امارت اسلامی کے بعد تحریک طالبان پاکستان کے وجود میں آنے سے پہلے تک امارتِ اسلامی افغانستان کے مجاہدین کے ساتھ انفرادی طور پر خدمت کرتا رہا، تحریک طالبان پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد جب مہمند ایجنسی کے مجاہدین کا ذمہ دار مقرر ہوا تو افغانستان کے صوبہ کنڑ اور ننگرہار کے سرحدی علاقوں میں مسلسل کئی بڑے حملے کیے، اسی طرح علاقے میں امارت اسلامی کے کئی چھوٹے بڑے گروپوں کو منظّم اور مسلح کیا اور افغانستان کے دیگر مختلف صوبوں میں بھی تشکیلات جاری رہی، افغانستان کے تقریباً دس صوبوں (ولایت) میں ہمارے پندرہ سو ساتھی کام کررہے ہیں اور انشاءاللہ نیٹو افواج کے خلاف امارت اسلامی کے قیام تک ہماری یہ جنگ جاری رہیگی۔

احیائے خلافت: جہادی زندگی کا کوئی دلچسپ واقعہ جو آپ زندگی بھر بھلا نہ سکے، قارئین کے لئے اگر بیان فرمائیں؟

جواب: جہاد میں حادثات اور واقعات تو مسلسل آتے رہتے ہیں لیکن جون ۲۰۰۶ء کی بات ہے جب ہم افغانستان کے صوبہ پکتیکا کے علاقے بیرمل میں تھے اور مجاہدین اور صلیبی افواج کے درمیاب گھمسان کی لڑائی جاری تھی، میں دشمن کے مورچوں کے قریب واقع باڑ کیساتھ لیٹنے کی پوزیشن میں تھا کہ اس دوران دشمن کی جانب سے فائر کئے گئے ایک گولے کا ٹکڑا میری کمر کیساتھ لگا، جس سے میرا بدن سن ہوگیا، میں نے اپنا ہاتھ کمر پر پھیرا تو بس خون ہی خون تھا، چونکہ درد کا احساس نہیں ہورہا تھا تو میں نے دل میں کہا کہ چونکہ شہید کو چیونٹی کے کاٹنے کے برابر تکلیف ہوتی ہے، اس وجہ سے مجھے یہ تکلیف محسوس نہیں ہورہی۔ اس دوران گل شیر نامی ایک سرائیکی ساتھی نے آکر پوچھا کہ تجھے کیا ہوا؟ میں نے کہا کہ میری کمر چلی گئی ہے۔ اس نے میری کمر کو دیکھا تو اس پر

بالکل خون نہیں تھا، اور نہ میری کمر زخمی ہوچکی تھی۔

اصل میں ہوا یوں تھا کہ گولے کے اس ٹکڑے سے میرے کمر بند میں موجود سامان اور پانی کی بوتل پھٹ گئی تھی اور میں پانی کو خون اور کمر بند میں موجود دیگر سامان کو گوشت کے ٹکڑے سمجھا تھا۔ اب میں نے سوچا کہ یہ ساتھی اگر دوسروں کو بتائے گا تو پھر مجھے شرمندگی اُٹھانا پڑیگی، تو میں نے اس سے پہلے ہی تمام ساتھیوں کو یہ واقعہ سنایا۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے کہ میں جسے آج تک بھلا نہیں سکا۔

احیائے خلافت: پاکستان میں جہاد شروع کرنے کے پیچھے کیا عوامل کارفرما تھے؟

جواب: ویسے تو میں باقاعدہ آغاز سے پہلے بھی اس بات پر مطمئن تھا کہ پاکستان میں موجودہ نظام اسلامی نہیں ہے، پاکستان چونکہ اسلام کے نام پر بنایا گیا تھا اور اس وقت لا الہ لا اللہ کا نعرہ لگایا گیا تھا۔ اسی بنیاد پر کشمیر کے جہاد میں حصہ لیا، اور وہاں اسلامی نظام نافذ کرنا چاہتے تھے، اسی طرح پاکستان میں بھی اسی نظام کی تنفیذ چاہتے ہیں، شروع میں پاکستانی مجاہدین کی توجہ افغانستان کی طرف تھی، ہم پاکستان میں جہاد کے قائل تھے لیکن اس نیت سے افغانستان میں لڑتے تھے کہ افغانستان میں شرعی نظام کی نفاذ کے بعد پاکستان میں بھی یہ پاکیزہ نظام نافذ کرینگے مگر پاکستانی حکومت اور افواج کی طرف سے امارت اسلامی کی سقوط میں منفی کردار اور غیر ملکی مجاہدین پر طرح طرح کے مظالم، وزیرستان، سوات اور باجوڑ میں مختلف فوجی آپریشن کی وجہ سے ہم اپنے دفاع پر مجبور ہوئے اور پھر جب پرویزی حکومت نے ۲۰۰۷ء میں لال مسجد کے نہتے اور معصوم طلباء وطالبات کو شہید کرکے پاکستانی فوج اور خفیہ اداروں نے اپنے ارتداد پر مہر تصدیق ثبت کردی، تو ہمیں اپنی زیادہ توجہ افغانستان سے پاکستان پر مرکوز کرنا پڑی اور جہادی گروپ جو افغانستان میں لڑتے رہے، نے پاکستانی سرزمین کو اپنی قربانیوں اور جہادی سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔

امیر محترم عمر خالد خراسانی حفظہ اللہ مجاہدین کو محاذ جنگ پر ہدایات دیتے ہوئے

احیائے خلافت: جہادی زندگی میں کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، اس بارے میں کچھ بتانا پسند کرینگے؟

امیر محترم: جہادی زندگی میں سب سے مشکل مرحلہ وہ تھا جب امارت اسلامیہ افغانستان کا سقوط ہوا اور رائے عامہ مجاہدین کے مخالف ہوا اور وہ لوگ جو اس سے پہلے امیر المومنین کے حامی تھے، انہیں سی آئی اے کا ایجنٹ قرار دینے لگے۔ ایسے حالات میں کام کرنا بہت مشکل تھا، مجاہدین کے مالی حالات بھی سخت خراب تھے، کسی کو جہاد کی دعوت دینا یا اس سے تعاون کے لئے کہنا جان جوکوں میں ڈالنے کے مترادف تھا۔ یہ حالات ۲۰۰۲ء سے لیکر ۲۰۰۶ء تک جاری رہے، جب محترم امیر حکیم اللہ محسود حفظہ اللہ نے مہمند ایجنسی کا دورہ کیا تو یہی حالات اس وقت بھی جاری تھے۔

احیائے خلافت: مہمند ایجنسی آپ کے زیر تسلط علاقہ ہے، کچھ گروپوں کیساتھ آپ کے اختلافات جنگ میں تبدیل ہوگئے، الزام لگایا جا رہا ہے کہ اس جنگ کے محرکات میں مسلکی عنصر بھی شامل تھا، اس بارے میں آپ کیا کہینگے؟

امیر محترم: ایسا بالکل نہیں تھا ہم مسلکی قیود کی بناء پر جنگ وجدل کے بالکل قائل نہیں ہیں، ہم کسی کو مسلک کی بناء پر نشانہ بنانے کا تصور بھی نہیں کرسکتے، بلکہ یہ دشمن کے پروپیگنڈہ مہم کا حصہ تھا اور دشمن کی خواہش تھی کہ مسلمانوں بالخصوص مجاہدین کو مسلکی بنیادوں پر تقسیم کرے، لیکن الحمد للہ دشمن کی یہ کوشش ناکام ہوئی، اب ہمارے نظم اور تحریک میں ہر مسلک کے لوگ خواہ وہ سلفی ہو دیوبندی ہو یا ان کا تعلق اشاعت التوحید کے مسلک سے ہو، شامل ہیں، ہم پر جس مسلک سے اختلاف کا الزام لگایا گیا تھا اسی مسلک سے منسلک سینکڑوں مجاہدین افغانستان کے صوبہ کنڑ کے ہمارے نظم کا حصہ ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ ہماری مرکزی شوریٰ میں ہر مسلک کے لوگ شامل ہیں۔ جولائی ۲۰۰۸ء میں جو واقعہ پیش آیا تھا، وہ مسلک کے بنیاد پر بالکل نہیں تھا، دراصل ان کے ساتھ ہمارے سات مرتبہ مذاکرات ہوئے تھے، پہلا فیصلہ باجوڑ ایجنسی کے مجاہدین نے کیا تھا، دوسرا فیصلہ علاقے کے مشران نے کیا، تیسرا فیصلہ امارت اسلامی کے خارجی امور کے کمیشن نے کیا، چھوتھا فیصلہ مہمند ایجنسی کے علماء کرام نے کیا، پانچواں فیصلہ استاد یاسر صاحب نے، چھٹا فیصلہ بھی امارت اسلامی کے مجاہدین نے، اور ساتواں فیصلہ مولانا فقیر محمد صاحب نے مولانا ولی الرحمنؒ اور مفتی نور ولی کے بشمول تحریک طالبان پاکستان کی مرکزی شوریٰ نے صادر کیا، جس پر امیر محترم بیت اللہ محسود شہیدؒ نے بھی دستخط کیے تھے، ان سارے معاہدات کا مرکزی نکتہ یہ تھا کہ مہمند ایجنسی میں ایک تنظیم رہے گی، اور مذکورہ تنظیم علاقے کے امور میں مداخلت نہیں کرے گی۔ لیکن انہوں نے ان تمام معاہدات کی پاسداری نہیں کی اور ہمارے امور حرب کے امیر کمانڈر نثار شہیدؒ کو پکڑ کر جیل میں ڈالا اور وہاں اسے شہید کیا۔ اس کے دو دن

بعد میں نے ایک وفد کے توسط سے انہیں علاقے سے نکلنے کی پیش کش کی، اس وفد میں استاد یاسر شہیدؒ، قاری ضیاء الرحمان صاحب اور ایک عرب مجاہد منصور ذباح شامل تھے مگر وہ نہیں مانے اور آخری مرتبہ جنگ تیز ہونے سے دس منٹ پہلے ان سے مخابرے پر رابطہ کرکے بتادیا کہ تمہیں مہمند ایجنسی سے نکلنے کا محفوظ راستہ دینے کی ضمانت دی جائیگی۔ مگر کچھ خفیہ ہاتھ اس جنگ کو ہر حال میں کرانا چاہتے تھے، اور دو مسلکوں کو لڑانے کے مشن کو ادھورا چھوڑنے کے لئے تیار نہیں تھے، اور آخر کار جنگ چھڑ گئی اور وہ کچھ ہوا جو ہم نہیں چاہتے تھے۔

احیائے خلافت: کچھ عرصہ قبل پاکستانی پرنٹ میڈیا میں کچھ اس طرح کی باتیں شائع ہوئیں کہ تحریک طالبان پاکستان کا ہندوستان کے ساتھ تعلقات استوار کرنے میں آپ کا خصوصی کردار رہا؟ اسی طرح آپ جہاد کشمیر کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

امیر محترم: میڈیا میں آنے والی ان خبروں میں کوئی صداقت نہیں ہے، اکثر اخبار نویس اپنے ادارے کی ریٹنگ اور اپنی شہرت بڑھانے کے لئے ایسی خبریں پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں، جس میں سنسنی ہو اور بعض اخبار نویس اور میڈیا میں موجود کالے بھیڑیے جن کا تعلق آئی ایس آئی اور دیگر استخباراتی اداروں سے ہوتا ہے، مجاہدین کو بدنام کرنے کے لئے ایسی بے ہودہ خبریں پھیلاتے ہیں بلکہ یہ لوگ باقاعدہ ان کی مشن پر کام کرتے ہیں، اور یہ ان کی مشن کا حصہ ہوتا ہے، مثلاً پچھلے دنوں یہ خبر امت اخبار میں

ہم نے مہمند ایجنسی میں فلاحی کام بھی شروع کیے ہیں، ایک منصوبے کے تحت ان غریب خاندانوں کی کفالت کا ہماری طرف سے بندوبست کیا جاتا ہے جو انتہائی غریب ہیں اور ان کا کوئی دوسرا کفیل بھی موجود نہیں ہے۔ لہٰذا ان حالات میں ہمیں مہمند ایجنسی کے عوام کی طرف سے اچھا رسپانس مل رہا ہے۔ یعنی وہ مالی اور جانی طور پر ہمارے ساتھ تعاون کررہے ہیں، اور الحمد للہ اس سے ہماری افرادی اور مالی قوت بڑھ رہی ہے۔ جس سے ہم مطمئن ہیں۔

شائع ہوئی کہ میرے بیوی بچے خوست کے بھارتی مرکز میں رہائش پذیر ہیں۔لکھنے والے کو سلیقہ آنا چاہیے کہ بیوی بچے اپنے ساتھ رکھنے کی چیز ہے۔جہاں تک جہاد کشمیر کا تعلق ہے تو ہم نہ صرف پاکستان بلکہ مکمل برصغیر میں جنگ کو غزوۃ الہند تصور کرتے ہیں جس کے بارے میں احادیث مبارکہ میں بہت واضح فضائل بیان ہوئے ہیں۔لہٰذا ہم کشمیر سمیت پورے برصغیر میں بشمول پاکستان جہاد کو افضل جہاد سمجھتے ہیں۔اور ہم جس طرح کشمیر میں اپنی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہیں اسی طرح ہمارے ہندوستان میں بھی نظم موجود ہے اور مختلف منصوبوں پر کام کر رہے ہیں۔

احیائے خلافت:مہمند ایجنسی کے مسئول ہونے کی حیثیت سے وہاں کی جہادی سرگرمیوں کے بارے میں کیا بتائیں گے؟اب کیا پوزیشن ہے؟

امیر محترم:جہاں تک مہمند ایجنسی میں جہادی سرگرمیوں کی بات ہے تو وہ بحمد للہ زور وشور کیساتھ جاری ہیں،لیکن ۲۰۱۱ء میں پاک آرمی کے بعض علاقوں مثلاً سوران، مٹھی اور شیخ بابا میں سخت ترین آپریشن کے بعد ان علاقوں میں ہماری سرگرمیاں محدود ہوگئیں۔لیکن مجموعی طور پر مہمند ایجنسی میں ہماری تشکیلات موجود ہیں،اور ہمارا شرعی محکمہ قضا اب بھی الحمد للہ فعال ہے۔

احیائے خلافت:مہمند ایجنسی کے عوام الناس کا رویہ آپ کیساتھ کیسا ہے؟

امیر محترم:مہمند ایجنسی کے عوام کا رویہ ہمارے ساتھ بہت اچھا اور خوشگوار ہے،اور یہ تعلق احترام کی بنیاد پر قائم ہے،لیکن بعض علاقوں میں جہاں چھوٹے موٹے امن لشکر اور کمیٹیاں بنی ہیں،وہ ان لوگوں نے ذاتی طور پر کسی عمل کے ردعمل کے طور پر بنائی ہیں،مثال کے طور کسی جاسوس کو مارنے کے بعد ان کے خاندان کی طرف سے کوئی کمیٹی بنائی گئی ہے۔ایسے لشکر اور کمیٹیاں صرف چند خاندانوں تک محدود ہیں۔

ہم نے مہمند ایجنسی میں فلاحی کام بھی شروع کیے ہیں،ایک منصوبے کے تحت ان غریب خاندانوں کی کفالت کا ہماری طرف سے بندوبست کیا جاتا ہے جو انتہائی غریب ہیں اور ان کا کوئی دوسرا کفیل بھی موجود نہیں ہے۔لہٰذا ان حالات میں ہمیں مہمند ایجنسی کے عوام کی طرف سے اچھا رسپانس مل رہا ہے۔یعنی وہ مالی اور جانی طور پر ہمارے ساتھ تعاون کر رہے ہیں،اور الحمد للہ اس سے ہماری افرادی اور مالی قوت بڑھ رہی ہے۔جس سے ہم مطمئن ہیں۔

احیائے خلافت: کچھ لوگوں نے اس جنگ میں حکومت وفوج کا ساتھ دیا،اگر یہ لوگ صدق دل سے توبہ کرلیں تو ان کیساتھ آپ کا رویہ کیسا ہوگا؟

امیر محترم: جن لوگوں نے اس جنگ میں حکومت اور فوج کا ساتھ دیا ہے لیکن اب وہ اپنے اعمال پر شرمندہ ہیں،وہ اگر توبہ کرلیں اور اسلامی لشکر میں شامل ہونا چاہیں،اس بات کی تو ہم انہیں دعوت دیتے ہیں،البتہ اگر وہ صرف توبہ کرے اور غیر جانبدار رہنا چاہتے ہیں تو ہماری طرف سے انہیں معافی دی جائیگی اور ان کیساتھ نرمی کا معاملہ کیا جائے گا۔

احیائے خلافت: ۶ دسمبر ۲۰۱۰ء کو مہمند ایجنسی میں آپ کے دو استشہادی ساتھیوں نے مہمند ایجنسی کے ہیڈکوارٹر کو نشانہ بنایا،میڈیا رپورٹس کے مطابق آپ نے اسے ان عرب مجاہدین کا انتقام قرار دیا ،اس کے کیا وجوہات تھیں؟

جواب: ہم نے مہمند ایجنسی کے ہیڈکوارٹر کو نشانہ بنا کر اسے ان عرب مجاہد بھائیوں کا انتقام قرار دیا جسے پاکستانی فوج نے مہمند ایجنسی میں شہید کیا تھا،کیونکہ ہماری تحریک ایک اسلامی تحریک ہے اور اسلام نے ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کا بھائی قرار دیا ہے،جبکہ یہ تو ہمارے مجاہد بھائی تھے۔ہماری سوچ،ہمارا ایجنڈا اور ہمارے اہداف جو اسلامی خلافت کے قیام سے جڑے ہیں،بالکل ایک ہیں،اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ ہمارے مہاجر تھے،ہ مہمان تھے لہٰذا اسلامی احکامات اور ہماری پختون روایات کے تحت یہ ہماری ذمہ داری بنتی تھی کہ جو ہاتھ ہمارے مہمانوں پر اُٹھے،اسے کاٹ دیں،تو ہم نے وہی کیا جو اسلام ہم سے مطالبہ کرتا ہے،اور آئندہ بھی اپنے مہاجر بھائیوں پر ہونے والے مظالم کا انتقام لینے کے لئے سعی اور کوشش کرینگے۔انشاء اللہ

احیائے خلافت: پاکستان میں جاری تحریکِ جہاد کے مستقبل کے بارے میں آپ کیا سوچتے ہیں؟

امیر محترم: پاکستان میں جاری تحریکِ جہاد کا واضح اور اہم مقصد اس دھرتی پر خلافت اسلامیہ کا قیام ہے،اس مقدس ہدف کی خاطر ہزاروں مجاہدین نے اپنا قیمتی لہو پیش کیا،لاکھوں لوگ بے گھر ہوئے،ہزاروں مجاہدین (ISI) کی ٹارچر سیلوں میں زیرِ تشدد رہے،ہزاروں گھر اور مساجد مسمار کیے گئے،مدارس ویران ہوگئے،ظلم کی ایک نئی تاریخ رقم کی گئی۔ان حالات میں ہمیں یہ یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور مدد ہمارے ساتھ ہے۔ان قربانیوں کو دیکھ کر ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ تحریک انشاء اللہ سرخرو ہوگی،اور ایک دن ضرور باضرور انشاء اللہ اس مقصد کو پالے گی جس کی خاطر یہ تحریک شروع کی گئی تھی اور وہ ہے اسلامی نظام کا نفاذ جو انشاء اللہ ایک دن حقیقت کا روپ دھارے گا۔

احیائے خلافت: کیا وجہ ہے کہ حکومتِ پاکستان سیاسی، اقتصادی اور معاشی طور پر شدید بحرانوں کا شکار ہے، لیکن اس کے باوجود طالبان کے خلاف لڑنا انکی اولین ترجیحات میں شامل ہے، آپ اس بارے میں کیا کہینگے؟

امیر محترم: متحدہ ہندوستان میں آزادی پاکستان کا نعرہ بلند ہوا اور ۱۹۴۷ء میں

پاکستان جسمانی طور پر آزاد ہوا لیکن اسی تاریخ سے ایک نئی نظریاتی غلامی کا دور شروع ہوا کیونکہ پاکستان لا الہ الا اللہ کے نعرے کے تحت حاصل کیا گیا تھا مگر اسے اسی قانون کا تابع کیا گیا جو انگریز نے تیار کیا تھا جو ان کے حقوق کا محافظ تھا، لہٰذا اس قانون کا نتیجہ یہ ہوا کہ آنے والے تمام حکمران انکی مفادات کے لئے کام کرتے رہے، اور یہ سلسلہ تاہنوز جاری ہے، آج بھی پاکستان میں مغرب کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں ہوسکتا، لہٰذا پاکستان بیشک ہزاروں مسائل میں گرا ہے مگر چونکہ مغرب کی خواہش یہ ہے کہ طالبان کے خلاف جنگ جاری رہے اور ان کے مفادات اور حقوق کو زک نہ پہنچے، تو اسی نظریے کے تحت وہ بھوکے عوام کے منہ میں ایک لقمہ ڈالنے، آئے روز خودکشی کرنے والوں کے مسائل حل کرنے کے بجائے قوم کی دولت اسلام پسندوں کے خلاف لڑنے میں ضائع کر رہی ہے۔

تحریک طالبان پاکستان مسلمانوں کے حقوق کا محافظ اور آئینہ دار ہے، ہم اس ملک میں انشاء اللہ اسلامی نظام نافذ کرینگے جو کہ تمام مسائل کا حل ہے۔

احیائے خلافت: آپ ایک منظم تحریک کا حصہ ہیں، عوام کیساتھ جھڑے شعبہ جات جس میں تعلیم بھی شامل ہے، کے لئے آپ لوگوں کے پاس کوئی پروگرام (طریقہ کار) موجود ہے؟

امیر محترم: تحریک طالبان مہمند ایجنسی نے ہمیشہ ان امور کو خصوصی توجہ دی جو براہ راست عوام سے تعلق رکھتے ہیں، آپ نے تعلیم کا ذکر کیا، تو ہمارا ایک فعال تعلیمی نظام موجود ہے، جس کے تحت ہم مدینۃ القرآن کے تحت مدارس چلا رہے ہیں، ہمارا اپنا ایک تعلیمی نصاب ہے جو عصر حاضر کے ضروریات اور تقاضوں کے عین مطابق ہے جسمیں انگریزی، اردو، عربی اور پشتو پڑھائی جاتی ہے، اسی طرح جو ہائی کلاسسز ہیں ان میں کمپیوٹر کی تعلیم کا منصوبہ بھی شامل ہے، اسی طرح ایک شعبہ تعلیم بالغان کا بھی ہے، جس میں ان حضرات کو تعلیم دی جاتی ہے جو بچپن میں کسی وجہ سے تعلیم سے رہ گئے ہوں۔

یہ تو تعلیم کی بات ہوئی، اسی طرح ہمارا شرعی محکمہ یعنی دار القضاء بھی فعال ہے، جو عوام الناس کے درمیان پیش آنے والے تنازعات کو شریعت کی روشنی میں حل کرتا ہے۔

احیائے خلافت: پچھلی حکومت کیساتھ تحریک نے مذاکرات پر آمادگی ظاہر کی تھی، اب چونکہ نئی حکومت بنی ہے، اس کیساتھ مذاکرات کا کوئی پروگرام ہے؟

جواب: ہماری تحریک ایک اسلامی تحریک ہے، اسلام نے ہمیں مختلف حالات وواقعات کے تناظر میں مذاکرات اور دشمن سے مصالحت ومفاہمت کا اختیار دیا ہے، اسی اختیار کے تحت ہم نے پچھلی حکومت کی مذاکرات کی پیش کش کو قبول کیا، لیکن وہ لوگ اس بارے میں مخلص نہیں تھے اور صرف اپنے سیاسی اہداف کے حصول کے لئے یہ

سب کچھ کر رہے تھے، جس کی وجہ سے ہم نے اس مذاکراتی عمل کو وقتی طور پر مؤخر کر دیا، اب چونکہ نئی حکومت بنی ہے تو یہ لوگ اگر مذاکرات میں مخلص رہے اور صرف اپنے سیاسی مقاصد کو مدنظر نہ رکھیں اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ حکومت فوج کی بھی ہمیں ضمانت دے تو پھر انشاء اللہ ہماری طرف سے بھی مثبت جواب آئے گا۔

احیائے خلافت: خیبر ایجنسی کے وادی تیراہ میں انصار الاسلام نامی تنظیم کیساتھ ہونے والے جنگ پر کیا تبصرہ کرینگے؟

امیر محترم: اس جنگ کی تفصیلات کچھ یوں ہے کہ برائے نام انصار الاسلام نامی تنظیم نے تحریک طالبان پاکستان حلقہ اورکزئی کے ساتھی شہید کئے، جس پر مرکزی امیر حکیم اللہ محسود حفظہ اللہ کے امر پر عالی شوریٰ نے فیصلہ کیا کہ ایک وفد جا کر تحریک انصار الاسلام اور حلقہ اورکزئی کے ساتھیوں کے مابین مذاکرات کا انعقاد کریں۔

اس مقصد کے حصول کے لئے تحریک طالبان پاکستان کی سیاسی شوریٰ نے جا کر دونوں فریقین سے بات کی اور دونوں اس بات پر راضی ہوئے کہ سیاسی شوریٰ کو ہماری طرف سے مکمل اختیار ہے اور ہم ایک دوسرے کیساتھ کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ نہیں کرینگے، لیکن ابھی مذاکرات شروع ہی ہوئے تھے کہ انہوں نے اورکزئی ایجنسی کے چند ساتھیوں کو شہید کیا، قاضی محمد ثاقب (مہمند ایجنسی) جو کہ اس تنازعہ میں ثالث تھے انہوں نے جا کر ان سے اس خلاف ورزی کے بارے میں پوچھا لیکن انصار الاسلام والوں نے صاف کہا کہ ہمیں کسی معاہدے کا علم نہیں ہے۔ اب تحریک کی اعلیٰ قیادت نے فیصلہ کیا کہ ان کے خلاف عسکری کاروائی کی جائے۔

(۴) حلقہ اورکزئی کے تقریباً سترہ ساتھیوں کو انصار الاسلام والوں نے مختلف حیلے بہانوں سے شہید کیا تھا، تحریک نے اپنے شہداء کے انتقام کی خاطر یہ جنگ لڑی۔

(۵) انصار الاسلام کا منصوبہ یہ تھا کہ حلقہ اورکزئی کے ساتھیوں کو محاصرہ کر کے سب کو شہید کر دیں یا انہیں پکڑ کر پاکستانی فوج کے حوالہ کر دیں۔

(۶) انصار الاسلام حکومت کیساتھ مکمل تعاون کرتی رہی، اور اس بات کا اعتراف ان کے بڑے، بہت واضح انداز میں کرتے تھے، اسی طرح حکومت نے بھی جنگ میں ان کا مکمل ساتھ دیا اور ان کی دفاع کی خاطر مجاہدین پر جنگی جیٹ طیاروں سے بمباری کی اور ہیلی کاپٹروں سے شیلنگ کی، توپخانہ استعمال کیا اور اسی طرح زمینی فوج بھی باقاعدہ ان کے ساتھ تھی، جنگ میں پاک فوج کا ایک میجر بھی ہلاک ہوا تھا۔ اس جنگ سے پہلے انصار الاسلام والوں نے کئی ایک مورچے پکڑ کر حکومت کے حوالے کیے تھے۔

(۷) تنظیم انصار الاسلام کے ہاں فیصلوں کے لئے خدائی قانون کے علاوہ اپنی خود ساختہ قوانین بھی استعمال ہوتے تھے۔

ان حالات میں تحریک طالبان پاکستان حلقہ مہمند ایجنسی، حلقہ ملاکنڈ ڈویژن، باجوڑ اور اورکزئی کے مجاہدین نے ان کے مورچوں پر حملہ کیا اور ایک ہی رات میں تمام مورچے مجاہدین کے قبضہ میں آگئے، لیکن افسوس کہ دوسرے دن وہ تمام مورچے انصار الاسلام والوں نے واپس چھین لیے البتہ ایک محاذ پر ابھی تک مجاہدین ڈٹ گئے تھے اور دشمن کو آگے آنے نہیں دے رہے تھے۔ اس دوران مجاہدین کی قیادت نے فیصلہ کیا کہ اسی محاذ سے دشمن کو روکا جائے اور فی الحال پیش قدمی کا منصوبہ ترک کردیں، تقریباً ایک مہینہ تک یہی صورت حال برقرار رہی، اس دوران مجاہدین میں نیا حوصلہ اور نئے جذبے ابھر رہے تھے، لہٰذا ایک مرتبہ پھر مکمل منصوبہ اور نظم کے تحت ایک زوردار حملہ کیا گیا، اس حملے میں مجاہدین مسلسل آگے بڑھ رہے تھے اور تقریباً ایک ہفتہ میں پورا علاقہ مجاہدین کے قبضہ میں آگیا اور دشمن دم دبا کر بھاگ کر نکلا۔

احیائے خلافت: کہا جا رہا ہے کہ تحریک کی ابتداء مہمند ایجنسی سے ہوئی، آپ تحریک کی بنیاد کے بارے میں کچھ بتانا پسند فرمائینگے؟ تحریک کے موجودہ اندرونی حالات کیسے ہیں؟

امیر محترم: تحریک طالبان بننے سے پہلے ہم نے امیر محترم بیت اللہ محسود شہید رحمہ اللہ سے بیعت کیا تھا، اس دوران ہم نے مہمند ایجنسی میں جہادی کام کرنے والے سات بڑے گروپوں کو متحد کیا اور ۲۳ اکتوبر ۲۰۰۷ء کو تحریک طالبان مہمند ایجنسی کا اعلان کیا، اس اتحاد سے ہمیں بہت زیادہ فائدہ ملا، ہمیں ایک نیا حوصلہ ملا اور ہم نے اپنے دوساتھیوں مولانا قاری شکیل احمد حقانی صاحب اور جناب اکرام مہمند صاحب پر مشتمل ایک وفد باجوڑ اور سوات روانہ کیا، ہماری شوریٰ کا مشورہ یہ تھا کہ تمام قبائل کے مجاہدین کو دعوت دی جائے کہ سب ایک نظم کے تحت جمع ہوجائے، ہمیں اسوقت یقین تھا کہ انشاء اللہ اس دعوت سے کوئی بھی مخلص مجاہد انکار نہیں کرے گا، مقصد یہ تھا کہ ہم ایک قوت کے طور پر سامنے آئیں اور مذاکرات، معاہدات اور تمام معاملات آپس کے مشورہ سے طے ہوں، الحمد للہ باجوڑ اور سوات کے ساتھیوں نے اس دعوت کو قبول کیا اور انہوں نے اگلے ہفتے مہمند ایجنسی میں ایک اجلاس منعقد کیا۔ اس اجلاس میں باجوڑ سے مولوی عمر فک اللہ اسرہ اور سوات سے مولانا حبیب الحق صاحب نے شرکت کی، اسی طرح دیر، بونیر اور کوہستان کے نمائندے بھی اس اجلاس میں شریک تھے۔ اس اجلاس میں درج ذیل امور پر اتفاق ہوا:

(۱) ہم ایک اتحاد بنائیں گے جو آہستہ آہستہ ان چھ ایجنسیوں اور ضلعوں کو ایک تنظیم کے تحت اور ایک نظم میں ضم کرنے کی کوشش کرینگے۔ (۲) ایک شوریٰ کا قیام عمل میں لائینگے (۳) وزیرستان کے مجاہدین کو سرپرستی کی دعوت دینگے (۴) اور اگر دعوت قبول نہ کی تو کم از کم ان چھ ایجنسوں کے مذاکرات اور معاہدات ایک ہونگے (۵) پانچویں بات یہ طے ہوئی کہ تحریک بننے تک یہ بات میڈیا سے خفیہ رکھی جائیگی (۶) تحریک بننے تک مجھے (عمر خالد خراسانی حفظہ اللہ) کو مسئول مقرر کیا گیا۔

(۷) ایک فیصلہ یہ ہوا کہ محترم مولانا شکیل احمد حقانی صاحب وجناب اکرام مہمند صاحب (مہمند ایجنسی) و مولانا حبیب الحق صاحب (سوات) اور مولوی عمر صاحب (باجوڑ) یہ چہاروں حضرات وزیرستان جا کر امیر محترم بیت اللہ محسود، ملا نذیر اور حافظ گل بہادر سے ملاقات کرینگے۔

اس کے اگلے ہی چند دنوں میں مکین میں ایک اجلاس منعقد ہوا، جس میں ۴۲ اضلاع اور ایجنسیوں کے نمائندوں نے شرکت کی اور امیر محترم بیت اللہ محسودؒ کو امیر منتخب کیا گیا اور تحریک طالبان پاکستان کا اعلان ہوا۔

موجودہ حالات میں تحریک طالبان پاکستان ایک منظم جماعت کی شکل میں ابھر رہی ہے، چھوٹے موٹے اختلافات تنظیموں میں آتے رہتے ہیں لیکن تمام مجاہدین ایک امیر محترم حکیم اللہ محسود حفظہ اللہ کی اطاعت میں ہیں، اور کوئی نظریاتی اختلاف نہیں ہے، تقریباً ایک سال پہلے خیبر ایجنسی میں تقریباً تحریک نے ایک مشترکہ جنگ لڑی، اسی طرح مرکزی سطح پر تحریک میں مختلف ادارے مثلاً دار القضاء، عالی شوریٰ اور اجرائی شوریٰ فعال طریقے سے کام کر رہے ہیں۔ اسی طرح حلقوں کی طرف سے مرکز کو اختیارات کی منتقلی کا سلسلہ بھی آہستہ آہستہ رواں ہے جس سے تحریک مرکزی سطح پر اور بھی مضبوط ہوجائیگی۔

احیائے خلافت: احیائے خلافت کے قارئین کو کیا پیغام دینگے؟

امیر محترم: احیائے خلافت کے قارئین کو میرا یہ پیغام ہے کہ یہ میڈیا کا دور ہے اور مضبوط یہودی میڈیا بلاک میں ہمارا پیغام دنیا تک پہنچانا مشکل ہے۔ لہٰذا وہ حضرات جو احیائے خلافت کے توسط سے ہمارے مشن اور کاز سے آگاہی حاصل کرچکے ہیں ان سے میں یہ عرض کرونگا کہ آپ لوگ ہماری دعوت گھر گھر، کوچے کوچے اور ہر کان تک پہنچائیے تاکہ آپ بھی اسلامی خلافت کے قیام میں اپنے حصے کا کام کرسکیں اور دنیا میں حاکمیت صرف اور صرف اللہ کی ہوجائے۔ اسی طرح ہمیں نشر واشاعت میں جن شدید مشکلات کا سامنا ہے اسے حل کرنے میں ہمارا ساتھ دیں۔ اور ساتھ ساتھ عملی جہاد میں بھی شرکت فرمائے۔

درہ آدم خیل کے سابقہ امیر محترم طارق منصور آفریدی شہید رحمہ اللہ کی وصیت

آج بروز ہفتہ ۲۹ رمضان المبارک ۱۴۳۰ھ بمطابق ۱۹ ستمبر ۲۰۰۹ء بندہ محمد طارق بن حبیب خان تحریر کرتا ہوں۔ تمام تعریفیں اس ذات کیلئے ہیں جس نے ہر نفس کی موت کا ایک دن مقرر کیا ہے انبیاءؑ، صدیقین، شہداء، صالحین سب نے موت کے دروازے سے گذر کر رب کی مہمان نوازی حاصل کرنی ہوتی ہیں اور اللہ کے نیک بندے رب کی رضا والی موت یعنی شہادت کے لئے تڑپتے ہیں۔

اور درود وسلام ہو آقا مدنی علیہ سلام پر جس نے ہمیں رب کی رضا کا توشہ ساتھ رکھنے کی تعلیم دی۔

پیارے آقا کی پیار سے بھری تعلیم سے قربان ہر دور کے انسانیت کے لئے رب کی آیات کو کھول کر بیان کیا اپنی تعلیمات میں آقائے مدنی ﷺ نے مسلمانوں کی عروج کی چابی کو جہاد میں بتا دیا۔ تا کہ کوئی مسلمان نا سمجھی میں امت مسلمہ کی کامیابی کا راز کہیں اور تلاش کرنے نہ لگ جائے۔

میرے مسلمان بھائیوں آج امت مسلمہ کو کئی صدیاں بیت چکی ہیں کہ جہاد کے سبق کو کما حقہ ادا نہیں کیا جارہا ہے جسکی وجہ سے ہماری صدیوں پر محیط اندھیرا سمٹتا ہوا نظر نہیں آرہا ہے۔ لہذا اگر ہم اور آپ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں پر یہ ظلم وجبر کا گھٹاٹوپ اندھیرا ختم ہوجائے۔ شرک وبدعت کی لڑی کو آگ لگایا جائے طاغوت سروں سے ہٹ جائے تو اس کے لئے اس زور سے جہاد کا غلبہ بلند کیا جائے کہ کوئی مرد اور عورت، بوڑھا اور بچہ جہادی یلغار سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے تب اللہ سے امید ہے کہ

انشاء اللہ اندھیرا پھر زیادہ دیر نہیں ٹھر سکے گا۔ میرے مسلمان بھائیوں جو بھی میری تحریر کو پڑھے، میں اللہ کی ذات پر بھروسہ کرکے آپ سب کو اطمینان دلاتا ہوں کہ اب الحمد اللہ مسلمانوں کا قیمتی خون اللہ کی راہ میں بہہ چکا۔ انشاء اللہ جلد ہی مسلمان اس طاغوتی لشکر کو شکست سے دوچار کرنے والی ہے۔ یہ شیطان ملک جو فیصلے سنا رہا ہے یہ زمین والوں کے ہیں۔ آسمان والوں کا فیصلہ کچھ اور ہے اسلئے پریشان نہیں ہونا مسلسل جہاد کرنا ہے۔

آخر میں کفر سے برسرپیکار مجاہدین کو صرف یہی نصیحت کرتا ہوں کہ اتفاق اتفاق اتفاق۔

بس خود کو چھوٹا کرلو اللہ تمہیں بڑا کردے گا۔ کوئی چالاکی کرے اس کو اللہ کے حوالے کردو۔ تحریک کے تمام مجاہدین ہر حال میں اپنے تحریک کے امیر کے وفادار رہیں انشاء اللہ دعا ہے اللہ پاک تمام مسلمانوں کی غیب سے رہنمائی فرمائے۔

تحریک طالبان درہ آدم خیل کے مجاہدین کو میری یہ وصیت ہے کہ میں نے الحمد اللہ اللہ کے خصوصی فضل سے جہاد اور مجاہدین کے ساتھ غداری نہیں کی۔ امیر صاحب حضرت علی شہیدؒ نے جس حال میں یہ گلشن چھوڑا تھا اللہ کے فضل سے میں نے اس گلشن کی آبیاری میں کوئی کمی نہیں کی۔ لہذا میرے بعد اس گلشن کو خراب کرنے سے بچانا۔ جو بھی اس گلشن کو قصداً خراب کرنے کی کوشش کریگا وہ شہداء کے خون سے غداری کرنے والا ہوگا اور اللہ اس کی اس غداری کے سزا میں اس کا آخرت خراب کریگا۔ لہذا میرے بعد اختلافات اور انتشار سے بچنا، میری شہادت کے فوراً بعد سب بڑے ساتھیوں کو بلا کر نئے امیر کے لئے مشورہ کرلو۔ میری زندگی کا نائب میری زندگی تک ہے بعد شہادت سوچ سمجھ کر ہوش وحواس سے نئے امیر کے انتخاب میں جلدی سے کام لےلو۔

میرے خیال میں نئے امیر میں درج ذیل چند باتیں ہونی چاہئے۔

(۱) دین کی سمجھ رکھنے والا ہو۔

(۲) اللہ سے ڈرنے والا ہو اور سنت کا پابند ہو۔

(۳) سخت ہو لیکن ساتھیوں کو توڑنے والا نہ ہو۔

(۴) شہداء کا انتقام لینے والا ہو اور قید ساتھیوں کی رہائی کے لئے انتہا تک جانے والا ہو

(۵) دیگر تحریک کے مجاہدین کے ساتھ بہتر تعلق قائم رکھنے والا ہو۔

آخر میں ایک بات کی وضاحت کرتا چلوں میرے ذاتی دو کلاشن ہیں ایک حنیف کے ساتھ ہے ایک خلیفہ کے گھر میں ہے۔ یہ والد کے روپیوں سے خریدے تھے۔ جہاد سے پہلے کی ایک جی تری گن ہے وہ سجاد استاد نے تحفے میں بھیجی تھی وہ جیسے مجاہدین مناسب سمجھے کردے۔ باقی بیت المال سے کافی عرصہ تک میں نے کچھ نہیں لیا ہے صرف والد اور بھائی کے بے روزگار ہونے کے بعد جو لیا ہے وہ بہت احتیاط سے لیا ہے۔ پھر بھی کمی بیشی معاف فرمائے۔

والسلام

خادم تحریک طالبان درہ آدم خیل

ابو یزید (طارق منصور آفریدی شہید رحمہ اللہ)

خلافت کا تصور

شفیق احمد

ستمبر ۲۰۰۹ میں صدیوں ترکی پر فرماں روائی کرنے والے عثمانی خلفا کے آخری جانشین کا استنبول کے اسی شہر میں انتقال ہوگیا جو کبھی تین براعظموں پر پھیلی اس عظیم سلطنت کا دارالحکومت تھا۔ارطغرل عثمانی کی عمر ۹۷ سال کی تھی اور وہ کمال اتاترک کے ہاتھوں عثمانی خلافت کے خاتمے اور ترک جمہوریہ کے قیام کے بعد سے امریکہ میں تھے۔

ارطغرل عثمانی ۱۹۱۲ء میں استنبول میں پیدا ہوئے۔اور ۱۹۲۴ء میں سلطنت کے خاتمے کے وقت وہ آسٹریا کے شہر ویانا میں ایک سکول میں پڑھ رہے تھے۔انہیں ویانا میں یہ خبر ملی کہ اتاترک نے ان کے خاندان کے تمام افراد کو جلاوطن کرنے کا حکم دیا ہے۔ان کی بیش تر زندگی امریکا کے شہر نیویارک میں گزری، جہاں ساٹھ برس تک وہ ایک ریستوراں کے اوپر کی منزل میں ایک چھوٹے سے فلیٹ میں رہے۔ارطغرل عثمانی ہمیشہ کہتے تھے کہ ان کے کوئی سیاسی عزائم نہیں تھے اور وہ ۱۹۹۰ء تک ترکی واپس نہیں لوٹے۔وہ ترکی حکومت کے دعوت پر واپس گئے تھے،لیکن انہوں نے تب بھی کوئی وی آئی پی پروٹوکول قبول نہیں کیا۔جب وہ اپنے خاندان کے سابق محلات دیکھنے گئے تو بھی وہ سیاحوں کے ایک گروپ میں شامل ہوکر اپنے آباؤاجداد کی سابق رہائشگاہیں دیکھتے رہے۔یہ وہی محل تھا، جہاں ان کا اپنا خاندان بھی رہتا تھا اور جہاں ان کا بچپن گزرا تھا۔

اس پس منظر میں مسلمانوں کے لیے یہ جاننا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ آخر وہ کون سی عالمی اور خاص طور پر صہیونی سازشیں تھیں، جن کے نتیجے میں عالم اسلام کو ترکی میں خلافت عثمانیہ سے محروم ہونا پڑا۔حالات پر نظر ڈالیں تو پتا چلے گا کہ آج سے ۶۵ سال گھونپا تھا، جس کی کسک ابھی تک محسوس کی جارہی ہے۔اس سے ایک دن پہلے برطانیہ نے اس علاقے سے اپنے اقتدارِاعلیٰ کے خاتمے کا اعلان کردیا تھا، جس پر اس نے پہلی عالمی جنگ میں ترکی کو شکست دے کر قبضہ کرلیا تھا۔ضروری ہے کہ ان ریشہ دوانیوں پر نظر ڈالی جائے، جن کے ذریعے اسرائیل کے قیام سے ۳۰ سال قبل خلافت عثمانیہ کے خلاف سازشوں کا جال بنایا گیا تھا۔

پہلی عالمی جنگ کا سلسلہ ۱۹۱۴ء میں شروع ہوا تھا، جو ۱۹۱۸ء میں ترکی اور جرمنی کی شکست پر ختم ہوا۔اس جنگ میں ایک طرف برطانیہ اور اس کے حواری تھے تو دوسری طرف جرمنی اور ترکی کے آخری خلیفہ سلطان عبدالحمید کی افواج صف آرا تھیں۔

جنگ کے خاتمے کے بعد ترکی میں اسلام پسند قوتوں کا بتدریج زوال ہوگیا اور مصطفیٰ کمال پاشا کی قیادت میں دہریوں کا اثر رسوخ بڑھتا گیا۔اس کا نتیجہ خلافت عثمانیہ کے خاتمے کی شکل میں نکلا۔ناقدین کی نظر میں اللہ کے رسول ﷺ کی رحلت کے بعد

تاریخ اسلام کا بدترین اور دردناک سانحہ شاید ۱۹۲۴ء میں خلافت عثمانیہ کے خاتمے کی صورت میں نمودار ہوا، کیونکہ ترکی میں خلافت جیسی بھی تھی، اس کے خاتمے نے ملت اسلامیہ کی رہی سہی مرکزیت کو ختم کرکے رکھ دیا۔یہی وجہ تھی کہ ہندوستان کے مسلمان خلافت عثمانیہ کے خاتمے پر تڑپ اٹھے اور محمد علی جوہر اور شوکت علی نے تحریک خلافت شروع کی ، اس کا اثر کتنا پڑا ، اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جب ہندوستان کے گلی کوچوں میں یہ شعر پڑھا جاتا تھا۔

۔بولی اماں محمد علی کی، بیٹا خلافت پہ دے دو

کہا جاتا ہے کہ سلطان عبدالحمید کے دورِحکومت میں یہودیوں کے ایک وفد نے خلیفہ سے ملاقات کی تھی۔یہ ۱۹ویں صدی کے اواخیر کی بات ہے۔اس زمانے میں خلافت عثمانیہ بے حد کمزور ہوچکی تھی۔ترکی کی مالی حالت خستہ تھی، حکومت بھی مقروض تھی۔اس وفد نے خلیفہ سے کہا تھا کہ: ''اگر آپ بیت المقدس اور فلسطین ہمیں دے دیں تو ہم خلافت عثمانیہ کا سارا قرضہ اتار دیں گے اور مزید کئی ٹن سونا بھی دیں گے۔''

اس گئے گزرے خلیفہ عبدالحمید کی دینی حمیت دیکھیے کہ اس نے کیا جواب دیا، جسے تاریخ کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔خلیفہ نے اپنے پاؤں کی انگلی سے زمین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ''اگر اپنی ساری دولت دے کر تم لوگ بیت المقدس کی ذراسی مٹی بھی مانگو گے تو ہم نہیں دیں گے۔''

اس وفد کے سربراہ ایک ترکی یہودی قرہ صوہ آفندی تھا۔بس پھر کیا تھا، خلافت عثمانیہ کے خلاف سازشوں کا سلسلہ شروع ہوگیا، چنانچہ چند برسوں بعد جو شخص مصطفیٰ کمال کی طرف سے خلافت عثمانیہ کے خاتمے کا پروانہ لے کر خلیفہ عبدالحمید کے پاس گیا تھا، وہ کوئی اور نہیں، بلکہ یہی ترکی یہودی قرہ صوہ آفندی ہی تھا۔خود مصطفیٰ کمال پاشا بھی یہودی النسل تھا۔اس کی ماں یہودن تھی اور باپ ترکی قبائلی مسلمان تھا۔

پھر ساری دنیا نے دیکھا کہ خلافت عثمانیہ کے خاتمے کے بعد ترکی میں نوجوان ترکوں کا غلبہ شروع ہوگیا۔یہی سے Youngs Turks کی اصلاح نکلی ،جنھوں نے مصطفیٰ کمال پاشا کی قیادت میں اسلام پسندوں پر مظالم ڈھائے ،علماء کا قتل عام کیا ،نماز کی ادائیگی اور تمام اسلامی رسومات پر پابندی لگادی۔عربی زبان میں خطبہ،اذان اور نماز بند کردی گئی۔مساجد کے اماموں کو پابند کیا گیا کہ وہ ’’ترک زبان‘‘میں اذان دیں،نماز ادا کریں اور خطبہ پڑھیں۔اسلامی لباس اتروا کرعوام کو یورپی کپڑے پہننے پر مجبور کیا گیا۔مصطفیٰ کمال پاشا اور اس کے ساتھی نوجوان ترکوں نے ترکی میں اسلام کو کچلنے کے لئے جتنی گرم جوشی کا مظاہرہ کی اور مسلمانوں کو جتنا نقصان پہنچایا،اس کی مثال روس اور دیگر کمیونیسٹ ملکوں میں بھی شاید کہیں نہ ملے۔

خلافت عثمانیہ کے اندرون ملک یہودیوں نے جو سازشی جال پھیلایا تھا اس کی ایک جھلک دکھلانے کے لئے خلیفہ عبدالحمید کا ایک تاریخی خط پیش کیا جاتا ہے، جو انھوں نے اپنے شیخ ابوالشامات محمود آفندی کو اس وقت لکھا تھا، جب انہیں خلافت سے معزول کر کے سلانیکی میں جلا وطنی اور قید تنہائی پر مجبور کردیا گیا تھا۔اس خط کے مندرجات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ امت مسلمہ کے خلافت کی بیخ کنی کے لئے صہیونی طاقتوں نے کیسی سازشیں کی تھیں اور ان سازشوں میں کون شریک تھا؟ خلیفہ عبدالحمید کے خط کا اردو ترجمہ پیش ہے:

’’میں انتہائی نیازمندی کے ساتھ طریقہ شاذلیہ کے اس عظیم المرتبت شیخ ابوالشامات آفندی کی خدمت میں بعد تقدیم احترام عرض گزار ہوں کہ مجھے آپ کا ۲۲ مئی ۱۹۱۳ء کا لکھا ہوا گرامی نامہ موصول ہوا۔

جناب والا! میں یہ بات صاف صاف بتانا چاہتا ہوں کہ میں امت مسلمہ کی خلافت کی ذمے داریوں سے ازخود دست بردار نہیں ہوا، بلکہ مجھے ایسا کرنے پر مجبور کیا گیا۔یونینسٹ پارٹی نے میرے راستے میں بے شمار رکاوٹیں پیدا کردی تھیں۔مجھ پر بہت زیادہ اور ہر طرح کا دباؤ ڈالا گیا۔صرف اتنا ہی نہیں، مجھے دھمکیاں بھی دی گئیں اور سازشوں کے ذریعے مجھے خلافت چھوڑنے پر مجبور کیا گیا۔یونینسٹ پارٹی، جوانانِ ترک(Young Turks) کے نام سے بھی مشہور ہے، نے پہلے تو مجھ پر اس بات کے لئے دباؤ ڈالا کہ میں مقدس سرزمین فلسطین میں یہودیوں کی قومی حکومت کے قیام سے اتفاق کرلوں۔ مجھے اس پر مجبور کرنے کی کوشش بھی کی گئیں،لیکن تمام دباؤ کے باوجود میں نے اس مطالبے کو ماننے سے صاف انکار کردیا۔میرے اس انکار کے بعد ان لوگوں نے مجھے ایک سو پچاس ملین اسٹرلنگ پاؤنڈ سونا دینے کی پیش کش کی۔میں نے اس پیش کش کو بھی یہ کہہ کر رد کردیا کہ یہ ایک سو پچاس ملین اسٹرلنگ پاؤنڈ سونا تو ایک طرف، اگر تم کرۂ ارض سونے سے بھر کر پیش کرو تو میں اس گھناؤنی تجویز کو نہیں مان سکتا۔۳۰ سال سے زیادہ عرصے تک امت محمدیہ کی خدمت کرتا رہا ہوں۔اس تمام عرصے میں، میں نے کبھی اس امت کی تاریخ کو داغ دار نہیں کیا۔میرے آباؤاجداد اور خلافت عثمانیہ کے حکمرانوں نے بھی ملت اسلامیہ کی خدمت کی ہے،لہٰذا اس میں کسی بھی حالت اور کسی بھی صورت میں اس تجویز کو نہیں مان سکتا۔میرے اس طرح صاف انکار کرنے کے بعد مجھے خلافت سے ہٹانے کا فیصلہ کیا گیا۔اس فیصلے سے مجھے مطلع کردیا گیا اور بتایا گیا کہ مجھے سلانیکی میں جلاوطن کیا جارہا ہے۔مجھے اس فیصلے کو قبول کرنا پڑا، کیوں کہ میں خلافت عثمانیہ اور ملت اسلامیہ کے چہرے کو داغ دار نہیں کرسکتا تھا۔خلافت کے دور میں فلسطین میں یہودیوں کی قومی حکومت کا قیام ملت اسلامیہ کے لئے انتہائی شرمناک حرکت ہوتی اور دائمی رسوائی کا سبب بنتی۔خلافت ختم ہونے کے بعد جو کچھ ہونا تھا ہوگیا۔میں تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سربسجود ہوں اور ہمیشہ اس کا شکر بجالاتا ہوں کہ اس رسوائی کا داغ میرے ہاتھوں نہیں لگا۔بس اس عرض کے ساتھ اپنی تحریر ختم کرتا ہوں۔‘‘ (والسلام)

۲۲/ایلول ۱۳۲۹ (عثمانی کلینڈر کے مطابق) ستمبر ۱۹۱۳ء

ملت اسلامیہ کا خادم: عبدالحمید بن عبدالمجید

خلیفہ عبدالحمید کے اس خط کا بغور مطالعہ کرنے سے بہت حقائق سامنے آتے ہیں: سب سے پہلی بات تو یہ کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر غیر متزلزل یقین تھا۔انہوں نے یہودیوں کی اتنی بڑی مادی پیش کش کو ٹھکرادیا۔ملت اسلامیہ کی تاریخ کو اپنے عہد میں داغ دار ہونے سے بچائے رکھا۔اہل اللہ اور اہل علم سے انہیں گہرا قلبی تعلق تھا۔تزکیۂ قلب اور روح کے لئے باقاعدہ سلسلۂ شاذلیہ سے وابستہ تھے۔یہود اور مغرب کی سامراجی طاقتوں کے سامنے عزم اور استقامت کے ساتھ ڈٹے رہے۔اپنے دور خلافت میں یہودیوں کو سرزمین فلسطین میں قطعہ زمین کسی بھی قیمت پر خریدنے کی اجازت نہیں دی۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جب تک ترکی میں خلافت عثمانیہ قائم رہی ،اس وقت تک استعماری قوتوں کا فلسطین میں یہودی مملکت کے قیام کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکا۔

مسلمانوں اور یہودیوں کی کش مکش

مسلمانوں اور یہودیوں کی کش مکش یوں تو بہت پرانی ہے، لیکن نئے انداز میں اس کا آغاز ۱۸۹۷ء میں ہوا، جب یہودی اکابرین نے خفیہ طور پر جمع ہو کر طے کیا کہ خلافت عثمانیہ پر کاری ضرب لگائی جائے، کیونکہ ان کے عزائم کی تکمیل میں سب سے بڑی رکاوٹ عالم اسلام کی مرکزیت تھی، چنانچہ طے شدہ پروگرام کے مطابق سلطان عبدالحمید کی خدمت میں ایک عیارانہ درخواست پیش کی گئی کہ ''ہمیں فلسطین میں ایک خطہ زمین دی جائے۔ ہم اس کی بڑی سے بڑی قیمت دینے کے لئے تیار ہیں۔'' زیرک سلطان نے یہودیوں کے عزائم کو بھانپ کر ان کی درخواست رد کر دی۔ بس پھر کیا تھا، سلطان کے خلاف ملک کے اندر اور باہر زہریلے پروپیگنڈے کی مہم شروع کر دی گئی۔ عیسائی حکومتیں پہلے ہی خلافت عثمانیہ سے خار کھائے بیٹھی تھیں۔ ان کی فوجی طاقت اور یہودیوں کی خفیہ سازشوں کے ذریعے مسلمانوں کے مرکزیت ہمیشہ کے لئے ختم کر دی گئی اور ترکی کے اندر مصطفیٰ کمال پاشا کی قیادت میں ایک تنظیم یونینسٹ پارٹی کی داغ بیل ڈالی گئی۔ اس میں زیادہ تر بھولے ترک جوان شامل تھے۔ اس انجمن کے اجتماعات کے لئے ''فری میسن'' لاج تھے۔

فری میسن تحریک دراصل یہودیوں کے دماغ کی اختراع ہے، جس میں خاص طور پر ایسے لوگوں کو شامل کیا جاتا ہے، جن کا تعلق تو کسی نہ کسی مذہب سے ہونا ضروری ہے لیکن حقیقت میں وہ مذہب سے بیزار ہوتے ہیں، چنانچہ وہ بڑے بڑے لوگ جن کے بارے میں متعین طور پر معلوم ہے کہ وہ فری میسن تحریک کے سرگرم کارکن تھے، ان میں مصطفیٰ کمال پاشا بھی شامل ہیں۔ اس تنظیم کے ہاتھوں خلافت عثمانیہ کا شیرازہ بکھیرا گیا اور استعمال کیا گیا مصطفیٰ کمال پاشا کو۔ پھر عالم اسلام ایک ایسے انتشار کا شکار ہو گیا کہ آج تک بلادِ اسلامیہ کے اتحاد کی تمام تحریکیں بے اثر ثابت ہوئی ہیں۔

بہر حال ۱۹۲۴ء میں ترکی سے خلافت عثمانیہ کا خاتمہ ہو گیا۔ یونینسٹ پارٹی برسر اقتدار آ گئی۔ آخری خلیفہ سلطان عبدالحمید کا اقتدار سے بے دخل کر کے جلا وطنی کی زندگی گزارنے پر مجبور کر دیا گیا۔ ترکی میں دہریوں کا راج ہو گیا۔ مذہب بے زار فوج کا بول بالا ہو گیا۔ اور ٹھیک ۲۴ سال بعد ۱۵ مئی ۱۹۴۸ء کو فلسطین میں یہودی مملکت اسرائیل کا قیام عمل میں آ گیا۔ حالات کی ستم ظریفی دیکھئے جس ''خلیفہ'' نے ہر طرح کی لالچ اور دھمکیوں کے باوجود یہودیوں کو فلسطین کی رتی بھر زمین دینے سے انکار کر دیا تھا، اسی فلسطین میں اسرائیل کو تسلیم کر کے اس کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم کرنے والا پہلا مسلم ملک کوئی اور نہیں، بلکہ اتاترک کا ترکی تھا۔

افغانستان میں ۵۰ ہزار امریکی فوجی اعضا سے محروم ہو چکے ہیں ۱۶ ہزار سے زائد ہاتھ۔ پیر یا دونوں سے معذور ہو گئے۔ تین ہزار نو سو انچاس سر اور گردن پر چوٹ لگنے سے نفسیاتی مریض بنے۔ افغانستان و عراق سے اب تک ۵۲۲۵ امریکی فوجیوں کی لاشیں گھر واپس آ چکی ہیں۔ امریکی میڈیا

امریکی محکمہ دفاع نے ایک تازہ رپوٹ میں انکشاف کیا ہے کہ جنگ افغانستام میں جہاں امریکا کے کھربوں ڈالر خرچ ہوئے اور ہزاروں امریکی فوجیوں کی جان کی قربانی دی گئی وہیں اس جنگ کا ایک اور بھیانک پہلو یہ ہے کہ اس میں ہزاروں امریکی مرد و خواتین فوجی معذور ہو کر اپنے گھروں، اسپتالوں اور بحالی سینٹروں میں زندہ لاشیں بنے پڑے ہیں، معروف امریکی جریدے ہفنگٹن پوسٹ نے اپنی ایک تازہ رپورٹ میں انکشاف کیا کہ یو ایس ڈیفنس ڈپارٹمنٹ کی جانب سے تسلیم کئے جانے والے اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ صرف جنگ افغانستان میں امریکی افواج کے پچاس ہزار ایک سو انسٹھ سپاہیوں، جن میں خواتین اور افسران بھی شامل ہیں، کو حادثے میں اعضا اڑ جانے اور ان کا علاج افغانستان کے میدان جنگ کے فیلڈ اسپتالوں میں ممکن نہ ہونے کے باعث ہوائی جہازوں کی مدد سے افغانستان سے امریکا پہنچایا گیا۔ جہاں سولہ ہزار سے زائد امریکی فوجیوں کا ایک ہاتھ اور پیر یا دونوں ہاتھ اور دونوں پیر کاٹ دئے گئے ہیں تا کہ ان فوجیوں کو موت سے بچایا جا سکے جبکہ باقی ان سپاہیوں کو جن کی آنکھیں، ناک، کان یا پھر جسم کا کوئی اور حصہ اڑ جانے یا جلنے سے متاثر ہوا اس کی سرجری کی گئی۔ گزشتہ روز پینٹا گون کی رپورٹ میں تسلیم کیا گیا ہے کہ جنگ افغانستان ماضی میں امریکی افواج کے لئے جنگ ویتنام اور جنگ عراق سے کہیں زیادہ خطرناک اور سفاک ثابت ہوئی ہے جس میں سولہ ہزار سپاہی زندہ اجسام سے چلتی پھرتی لاش میں تبدیل ہو گئے ہیں۔

اسلامی جمہوریت؟

محمد سلیم قریشی صاحب

لوگ سمجھتے ہیں جمہوریت الیکشن اور ووٹ ڈالنے کا نام ہے جس کے ذریعے امیدوار منتخب کر کے حکومتی ایوانوں میں بھیجے جاتے ہیں۔ اسلام بھی حکمرانوں کے انتخاب کا حق دیتا ہے یوں جمہوریت اور اسلام ایک ہی چیز ہیں۔ حالانکہ جو نمائندے بذریعہ جمہوریت اسمبلیوں میں پہنچتے ہیں ان کی قانون سازی کی بنیاد انسانی عقل ہے جبکہ اسلام میں قانون سازی صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ ویسے بھی دو چیزوں کی چند خوبیوں کا ایک جیسا دیکھائی دینا انہیں مکمل طور پر ایک جیسا نہیں بنا سکتا۔ کچھ لوگ شوریٰ سے متعلق محض دو آیات کو بنیاد بنا کر اسلامی نظام حکومت کو جمہوریت کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اگر اسلام کا نظام صرف باہمی مشورے تک ہی محدود ہے تو پھر قریش مکہ بھی دارلندوہ میں شوریٰ (آپس کے مشورے) سے نظام چلا رہے تھے پھر ایک نئے نظام کی کیا ضرورت تھی۔ اسلام میں مشورہ ہے لیکن مباح معاملات میں جبکہ قوانین کی اکثریت جن کا تعلق معاشرے کی معاشی، حکومتی، تعلیمی اور عدالتی تنظیم سے ہے یا فرد کی ذاتی اصلاح سے ہے وہاں اکثریت اور اقلیت کو معمولی سی بھی اہمیت دیئے بغیر قرآن وسنت سے اخذ کر کے قوانین من وعن نافذ کر دیئے جاتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام سے بہت پہلے یونانیوں نے جمہوریت دریافت کر لی تھی لیکن قرآن کی کسی آیت یا حدیث میں جمہوریت کا ذکر تو درکنار لفظ بھی نہیں ملتا۔ صحابہ کرامؓ، آئمہ، مجتہدین حتیٰ کہ 1400 سال میں کسی مسلمان فقیہہ یا مفکر کو بھی اسلام میں جمہوریت نظر نہیں آئی۔ عالم اسلام پر اپنی مشنری اور ثقافتی یلغار میں مغرب نے مسلمانوں میں اسلام کے بارے میں ایک جانب شکوک وشبہات پیدا کیئے تو دوسری جانب اسلام میں خامیاں نکالنے کی بجائے یہ انداز اختیار کیا کہ مغربی تہذیب اسلامی تہذیب سے متصادم یا مختلف نہیں بلکہ دراصل اسلام سے ہی مل گئی ہے۔

اسی طریقے پر چلتے ہوئے جمہوریت کی فکر اور نظام پر اسلام کا رنگ چڑھایا گیا اور کہا گیا کہ جمہوریت اسلام کے خلاف نہیں ہے کیوں کہ یہ بعینہٖ شوریٰ ہے، امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور حکام کا محاسبہ ہے۔ ان دلائل نے کام دکھایا اور جمہوریت مسلمانوں میں سرایت کرتی چلی گئی یہاں تک کہ وہ دینی جماعتیں جو اسلام کے قیام کے لئے کام کر رہی تھیں وہ بھی جمہوریت کے اندر رہتے ہوئے اسلام کے نفاذ کی کوششوں میں لگ گئیں۔ جمہوریت دراصل سرمایہ دارانہ نظام نافذ کرنے کا ایک آلہ ہے جو بھی

قیادت اس نظام میں داخل ہو کر اسلام نافذ کرنا چاہے گی وہ کامیاب نہیں ہوسکتی۔ ہماری دینی سیاسی جماعتیں اس کی مثال ہیں۔ وہ دینی جماعتیں جو ملک کی بڑی نظریاتی قوت تھیں جمہوریت میں داخل ہونے کے بعد دو چار سیٹوں کی سیاست کر رہی ہیں جن کے حصول کے لئے وہ کبھی نواز شریف کے پاس اتحاد کے لئے جاتے ہیں اور کبھی عمران خان کے پاس، حالانکہ یہ وہ جماعتیں ہیں جو قیام پاکستان کے بعد ملک کے فکری اور نظری افق پر چھا گئی تھیں۔ پہلے دستور ساز اسمبلی میں قرار داد مقاصد کا مشورہ پیش کرنے سے پہلے لیاقت علی خان نے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی پیشگی تائید حاصل کرنا ضروری سمجھا تھا حالانکہ وہ اس وقت جیل میں تھے۔ یہ دینی جماعتیں جنہوں نے ایوب خان کی امریت کا منہ پھیر کر رکھ دیا تھا۔

لیکن اثر ونفوذ کی اس بے پناہ قوت کے ساتھ جب یہ دینی جماعتیں 1970ء کے الیکشن میں داخل ہوئیں تو اپنے حیرت افزا وسعت کے باوجود سٹ کر رہ گئیں۔ رہبر ملک وقوم بنا تو درکنا باوقار عددی حیثیت بھی حاصل نہ کر سکیں، جمیعت علمائے اسلام سات سیٹیں، جمیعت علمائے پاکستان سات سیٹیں اور جماعت اسلامی صرف چار۔ اس کم تر حیثیت کے باوجود ان جماعتوں کی عظیم قیادت نے اگرچہ بھٹو جیسے شاطر سیاست دان سے اپنا لوہا منوایا لیکن بعد میں ہونے والے ہر الیکشن میں اپنا انفرادی اثر ونفوذ کھوتی چلیں گئیں۔ ان جماعتوں کی حیثیت محض اتحادیوں کی رہ گئی کبھی ڈکٹیٹروں کی اتحادی تو کبھی سیکولر جماعتوں کی۔ ان دینی سیاسی جماعتوں نے صوبوں میں حکومتیں بھی بنائیں اور وفاقی حکومتوں کا حصہ بھی رہیں لیکن اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا عظیم مقصد کہیں راہ میں گم کر بیٹھیں جب تک یہ جماعتیں اس سسٹم کا حصہ بنی تھیں معاشرے کی حرکت کے لئے عظیم ترین لیور کا کام دے کر رہی تھیں لیکن جب جمہوریت کے حربے سے انہیں مار گرایا گیا یہ جماعتیں محدود اور تحلیل ہوتی چلی گئیں جمہوریت کے باب میں جہاں تک اس تھیوری کا تعلق ہے کہ انسانیت نے ہمیشہ کے لئے جمہوریت کو حکومتی ماڈل کے طور پر تسلیم کر لیا ہے لہذا حکومتی ماڈل کے لئے فکری جستجو اختتام پذیر ہونے کے نتیجے میں تاریخ بھی اپنے اختتام کو پہنچ چکی ہے عالم اسلام خصوصاً عوام نے جمہوریت اور آمریت دونو کو مسترد کر دیا ہے۔

کیونکہ یہ استعمار کے ہتھکنڈے ہیں۔ حالیہ برسوں میں پاکستان میں نئے نظام کے لئے فکری اور سیاسی بحث میں کافی پیش رفت ہوئی ہے جس کے نتیجے میں یہ حقیقت سامنے آئی ہے کہ پاکستان کے عوام صرف اور صرف اسلام کا شرعی نظام چاہتے ہیں۔ ہماری دینی سیاسی جماعتیں عوام کے شعور میں اس اس تبدیلی کا تاحال احساس نہیں کر سکیں اور جمہوریت کے حق میں ووٹ ڈالنے کے لئے فتوے جاری کرنے میں مصروف ہیں۔ جبکہ عوام آمریت اور اسلامی جمہوریت جیسے باطل نظریات کو ٹھکرا کر خالصتاً مدینے کی ریاست جیسے اسلامی نظام کی طرف پیش قدمی کر رہے ہیں۔

ملا داداللہ شہید رحمہ اللہ کی حالات زندگی

حاجی عبداللہ کے صاحبزادے ملا داداللہ شہید 1967ء میں صوبہ روزگان کے ضلع دہراود میں ایک دیندار گھرانے میں پیدا ہوئے، ابتدائی دینی تعلیم اپنے علاقے میں حاصل کی اور مختصر عرصے میں درمیانے درجے کی مروجہ کتابیں پڑھ لیں، آپ حصول علم میں مصروف تھے کہ سابق سوویت یونین نے افغانستان پر یلغار کی۔

جہادی زندگی

شہید ملا داداللہ کے مجاہد ساتھیوں کے مطابق انہوں نے 1983ء میں قندہار میں معروف جہادی کمانڈر مولوی اختر محمد آغا کی سربراہی میں روسی افواج کے خلاف جہاد میں حصہ لیا، اور پہلی بار قندہار کے ضلع ارغنداب کے شاہین گاوں میں روسی افواج کے خلاف ایک گھمسان کی لڑائی میں شریک ہوئے، اگرچہ اس وقت ان کی عمر کم تھی مگر شجاعت اور مہارت کی بنیاد پر وہ اپنے ساتھیوں میں نمایاں تھے۔

ارغنداب میں روسی افواج کو شکست دینے کے بعد وہ صوبہ ہلمند گئے، جہاں پر انہوں نے مشہور کمانڈر ملا نسیم اخوندزادہ کے ساتھ مل کر روسی افواج کے خلاف کاروائیوں کو دوام بخشا، وہاں ایک سال گزارنے کے بعد واپس قندہار آئے، اور مولوی اختر محمد آغا کی سربراہی میں اپنی اسلامی، شرعی اور جہادی ذمہ داریوں کو اس وقت تک پوری شجاعت اور مہارت کے ساتھ احسن طریقے سے نبھاتے رہے، جب تک روسی افواج اور ان کے کمیونیسٹ حامی مکمل شکست کھا کر افغانستان سے نکلنے پر مجبور نہ ہوئے، کابل فتح ہونے کے بعد جب اقتدار کی باگ ڈور مجاہدین نے سنبھالی اور کئی ایک اقتدار پرست جہادی رہنماؤں کے درمیان حصول اقتدار کے لئے خانہ جنگی شروع ہوئی تو آپ نے اسلحہ پھینک کر اپنی ادھوری تعلیم کی تکمیل کے لئے پاکستان کے صوبہ بلوچستان کے دارالحکومت کوئٹہ میں مولوی محمد شفیع کے مدرسہ میں داخلہ لیا اور بعدازاں مشہور علمی اور جہادی شخصیت شیخ الحدیث مولوی عبدالعلی دیوبندیؒ کے مدرسہ میں داخلہ لیکر اکتساب فیض کرتے رہے۔ 1994ء میں جب قندہار میں طالبان کی اسلامی تحریک نے عالیقدر امیر المؤمنین حفظہ اللہ کی سربراہی میں ظلم، فساد اور بدامنی کے خلاف جنم لیا، تو اسی دن سے شہید ملا داداللہ بھی تحریک کے ہمسفر بن کر اپنے بیس ساتھیوں سمیت عالیقدر امیر المؤمنین کی ہدایت پر قندہار کے ضلع پنجوائی چلے گئے، انہوں نے ضلع سپین بولدک، قندہار شہر اور ایئر پورٹ کو فتح کرنے کی لڑائیوں میں بھرپور حصہ لیا قندہار کو فتح کرنے کے بعد موصوف کو سربراہ کی جانب سے صوبہ روزگان بھیجا گیا جہاں انہوں نے لوگوں کو اسلامی تحریک کی حمایت کی دعوت دی، روزگان کی حمایت کے بعد قیادت نے انہیں صوبہ ہلمند کے لئے تعینات کیا جہاں انہوں نے سنگین کو فتح کرنے کے بعد کچھ مدت کے لئے صوبہ فراہ میں جہادی خدمات انجام دیں، اور پھر صوبہ زابل، غزنی اور میدان وردگ کی فتوحات کے بعد صوبہ لوگر اور چہار آسیاب کی کاروائیوں میں بھرپور حصہ لیا۔ اسی طرح پکتیا اور خوست میں اسلام کا جھنڈا گاڑنے میں بھی کلیدی کردار ادا کیا۔ شہید ملا داداللہ چہار آسیاب میں گھمسان لڑائیوں کے بعد امیر المؤمنین کی ہدایت پر صوبہ فراہ میں تعینات ہوئے، اور وہاں دشمن کے خلاف مزاحمت جاری رکھی، اسی وقت دشمن نے چہار آسیاب پر شدید حملہ کیا، اور ایک مرتبہ پھر قیادت کی جانب سے آپ کو چہار آسیاب کی ذمہ داری سونپ دی گئی، آپ نے ذمہ داری سنبھالتے ہی دشمن پر خوفناک حملہ کیا اس پیش قدمی کے دوران بارودی سرنگ پھٹنے سے آپ کا ایک پاؤں کٹ گیا، جب اسلامی امارت کے مجاہدین نے کابل کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے وریشمین چھوٹی سی حملہ کیا تو شہید ملا برجان کے ساتھ آپ نے بھی نہایت اہم رول ادا کیا، اور گھمسان کی لڑائی کے بعد دارالحکومت کابل کو جنگجو کمانڈروں اور شرپسند عناصر سے آزاد کر کے اسلامی نظام کا عادلانہ جھنڈا لہرایا۔ آپ فتح کابل کے موقع پر خواجہ رواش کے قریب دائیں ہاتھ پر زخمی ہوئے، اس کے باوجود آپ نے دشمن کا پیچھا کرتے ہوئے کابل کے شمالی علاقوں شکردرہ، پل مٹک اور کاپیسا کی جانب پیش قدمی جاری رکھی، ان تمام جنگوں میں وہ جنرل کمانڈر بھی نہیں تھے مگر انہوں نے ایک فعال اور بہادر مجاہد کی حیثیت سے نہایت اہم رول ادا کیا۔

جب 1997ء میں صوبہ بادغیس کی جانب سے امارت اسلامیہ کے مجاہدین فاریاب اور دیگر شمالی صوبوں میں داخل ہوئے تو ملا داد اللہ شہید بھی اپنے ہزاروں ساتھیوں اور امارت کے رہنماؤں سمیت درہ سالنگ کے راستے شمالی صوبوں میں داخل، ہوئے جب صوبہ بغلان کی پلخمری تک پیش قدمی کی تو جنرل مالک نے تاریخی بے وفائی اور غداری کرتے ہوئے ہزاروں مجاہدین کو شہید کر دیا، ملا داداللہ اپنے ساتھیوں سمیت پلخمری میں محاصرے میں آ گئے، اس وقت مجاہدین شدید مشکلات اور خطرات سے دو چار تھے، ملا داداللہ شہید اور ملا امیر خان متقی کے بشمول امارت

اسلامیہ کے دوسرے رہنماؤں نے حکمت اور بصیرت سے کامیاب منصوبہ بنایا جس کے نتیجے میں تمام مجاہدین دشمن کے ضرر سے محفوظ ہوئے۔امارت اسلامیہ کے رہنماؤں نے ان حالات میں نہ صرف مجاہدین کا مورال بلند رکھا بلکہ مقامی لوگوں سے بھی تعلقات استوار کرکے ان کا اعتماد حاصل کرلیا جس کے بعد مقامی لوگوں اور جہادی کمانڈروں کے تعاون سے صوبہ قندوز پر حملہ کیا اور بہت کم مزاحمت کے بعد اس پر قبضہ کرلیا جو مجاہدین کا ایک محفوظ مرکز رہا، ملا داداللہ جو اس صوبے کے کمانڈر تھے نے ایک سال تک شدید مشکلات میں قندوز کا دفاع کیا اور دشمن کے متعدد حملوں کو پسپا کیا، اس کے بعد آپ صوبہ بامیان، تخار اور کابل کے شمالی صوبوں بگرام، تگاب اور نجراب کی مختلف کاروائیوں میں شریک رہے۔

گیارہ ستمبر کے واقعہ کے بعد جب امریکہ نے حماقت کرتے ہوئے افغانستان پر حملہ کیا تو شہید ملا داداللہ نے شمالی صوبوں میں امریکہ اور اس کے حامیوں شمالی اتحاد کے خلاف شدید مزاحمت کی، جب امریکہ کے شدید فضائی حملے اور شمالی اتحاد کے زمینی حملے حد سے بڑھ گئے، تو مجاہدین شمالی صوبوں سے عقب نشینی کرتے ہوئے کابل روانہ ہوئے، اس وقت ملا داداللہ شہید نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ضلع بلخ میں ایک گھر میں پناہ لی۔امریکہ اور دوستم ملیشیا کی سخت تفتیش کے باوجود ایک مہینہ اسی گھر میں قیام کیا پھر سٹلائٹ فون کے ذریعے بی بی سی کو انٹرویو دیا جس میں کہا کہ الحمدللہ میں آج چار بجے خیر وعافیت سے قندہار پہنچ گیا، انٹرویو سننے کے بعد دشمن کو یقین آیا کہ وہ ان کے محاصرے سے نکل گئے ہیں، اس انٹرویو کے بعد وہ چند حریت پسند عوام کے تعاون سے درہ سالنگ کے راستے قندہار پہنچے۔

جب عالیقدر امیر المؤمنین نے قابض استعمار کے خلاف جہاد کو نئی روح بخشی اور جہادی کاروائیوں کو منظم شکل دیتے ہوئے رہبری شوریٰ تشکیل دی، تو ملا داداللہ شہید کو بھی اس کا رکن مقرر کیا، آپ نے مقدس جہاد فریضہ کو نئے خطوط پر استوار کرتے ہوئے کاروائیاں تیز کردیں، اس دوران بی بی سی کے نامہ نگار رحیم اللہ یوسفزئی نے آپ سے ایک اہم انٹرویو کیا جس میں آپ نے تازہ کاروائیوں کی تفصیلات بتاتے ہوئے کہا کہ قندہار کے شمال میں درہ نور میں ۲۰ امریکی اور افغان فوجیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور درہ نور جو قندہار اور روزگان کی قومی شاہراہ ہے بند کردیا ہے۔ملا داداللہ نے اس سوال کہ امریکہ بڑی قوت کے ساتھ افغانستان آیا ہے شاید آپ اس کو شکست دینے اور نکالنے میں کامیابی حاصل نہ کرسکیں کے جواب میں کہا کہ روس بھی افغانستان سے جانا نہیں چاہتا تھا مگر جب اس کا گھیرہ تنگ ہوا تو وہ مجبور ہوکر فرار ہوا امریکہ بھی اسی طرح ہماری سرزمین سے رسوا ہوکر نکلے گا انشاءاللہ۔اس انٹرویو نے کابل حکومت کے ایوانوں میں کھلبلی مچادی اور نام نہاد صدر کرزئی کے دفاع کو چوٹ لگی اس لئے وہ کہنے لگا کہ ہم اس انٹرویو کی شدید مذمت کرتے ہیں، اور صحافیوں سے بھی کہا کہ وہ عسکریت پسندوں کا انٹرویو لینے سے گریز کریں۔اس انٹریو کے بہت اچھے اثرات مرتب ہوئے اور پورے افغانستان میں مجاہدین کو نیا حوصلہ ملا۔

شخصیت:

ملا داداللہ شہیدؒ امارت اسلامیہ کے ان رہنماوں میں سے تھے، جن پر عالیقدر امیر المؤمنین کو خاص اعتماد تھا، بہادر، باہمت، مضبوط اعصاب کے مالک، منصوبہ ساز اور حکمت عملی، ان کے جوان عزم جذبے اور جہادی خدمت کے متعلق ان کے ایک ساتھی نے بتایا کہ روسی افواج نے قندہار کے ضلع ارغنداب کا محاصرہ کرکے وہاں موجود مجاہدین کے خلاف فوجی آپریشن شروع کردیا جس کے خلاف وہ دفاعی جنگ میں صبح سے شام تک مسلسل لڑتے رہے اور رات سے صبح تک ۱۵۰ کلو آٹا گوندکر اس سے روٹی پکائی۔

جب وہ قندوز میں محاصرے میں تھے تو مطمئن اور پرسکون تھے ان کے چہرے پر خوف کے آثار نہیں تھے حالانکہ قندوز پر مسعود اور دوستم کے جنگجوؤں کے حملے چاروں طرف سے ہو رہے تھے، ملا داداللہ شہیدؒ بڑی دلیری سے ان کا مقابلہ کرتے تھے اور ساتھیوں کو حوصلہ دیتے تھے۔

الجزیرہ چینل کے رپورٹر نے ہلمند میں چند دن ان کے ساتھ قیام کیا وہ کہتے ہیں کہ ملا داداللہ انتہائی ملنسار اور متوکل آدمی تھے، وہ امریکی فضائیہ سے نہیں ڈرتے تھے اور نہ ہی ان کے دل میں خوف تھا، ہلمند میں سینکڑوں میل پیدل گھومتے تھے، حالانکہ وہ ایک پاؤں سے معذور بھی تھے، اس نمائندے نے انٹرویو کے دوران ان سے پوچھا کہ آپ امریکہ کو انتہائی مطلوب افراد میں سے ہیں پھر بھی کھلے عام اور آزاد گھومتے ہیں، کیا آپ کو جاسوسی طیاروں اور سیاروں سے خطرہ اور خوف کا احساس نہیں ہے؟ تو جواب میں ملا داداللہ کا کہنا تھا کہ ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے اوپر جاسوسی طیارے اور سیارے ہیں نگران سے اوپر ہمارے محافظ، قادر اور مددگار رب بھی ہیں، ہم اسی کی رضا کے لئے جہاد کرتے ہیں، اور اسی کی راہ میں جام شہادت نوش کرنے کے متمنی ہیں۔

ملا داداللہؒ کی شہادت کا واقعہ

الحاج ملا داد اللہ اخند نے پوری عمر جہاد میں گزاری 16 مئی 2007ء بمطابق ۲۶ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ میں صوبہ ہلمند ضلع گرم سیر کے درویشان گاؤں میں قابض امریکیوں کے چھاپے میں جام شہادت نوش کرگئے۔

بلاشبہ وہ افغانستان جہاد کے صف اول کے کمانڈروں میں سے تھے، ان کی شہادت اسلام اور افغان جہاد کی تاریخ کا بہت بڑا سانحہ تھا، ہماری تاریخ کے ایک اہم موڑ پر اپنی آئندہ نسلوں کو شہید کی مجاہدانہ زندگی اور سانحہ شہادت کی مصدقہ معلومات فراہم کرنے اور محفوظ بنانے کی خاطر افغانستان کے مشہور جہادی کمانڈر اور امارت اسلامیہ صوبہ ہلمند کے فوجی سربراہ ملا محمد نعیم اخند سے نشست کی اور سانحہ شہادت کے اصل

حقائق سے متعلق ان سے دریافت کیا۔ ملا محمد نعیم سانحہ شہادت کی رات ان کے ساتھ ایک مکان میں سو رہے تھے اور تمام کاروائی اپنی آنکھوں سے دیکھی۔

انہوں نے بتایا کہ سانحہ شہادت سے دو دن پہلے ہم اکٹھے ہوئے، میں ضلع باغران سے گرم سیر آیا تو وہ بھی یہاں تھے، اس روز دشمن کے طیارے بہت زیادہ پرواز کر رہے تھے کیونکہ ملا داداللہ شہیدؒ سٹلائٹ فون استعمال کرتے تھے اور دشمن سٹلائٹ فون کا پیچھا کرتا تھا، اس سے ایک دن پہلے بھی انہوں نے چھاپہ مارا مگر اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا، ہم نے مغرب کی نماز ادا کی اور پھر کھانا کھا کر درویشان گاؤں چلے گئے جہاں ایک خالی گھر میں قیام کیا، ہمارے ساتھیوں میں، میں، ملا داداللہ اخند، اجمل، حافظ حمد اللہ، دین محمد، میر وائس اور اس کا ایک ساتھی ملا در محمد تھا، ساتھیوں میں ڈیوٹی تقسیم کر کے ہم سو گئے، اچانک آنکھ کھلی تو کان میں آواز پڑی کہ امریکی فوجیوں نے چھاپہ مارا ہے، طیارے نیچے پرواز کر رہے ہیں، میں نے ملا داداللہ اخند جو میرے ساتھ سو رہے تھے کو جگایا انہوں نے اپنا مصنوعی پاؤں رکھ لیا اور اسلحہ اٹھا کر مکان سے باہر نکلے چونکہ میں مکان سے واقف تھا اور مجھے معلوم تھا کہ مکان کے دروازے ہیں ایک عام دروازہ ہے اور ایک پیچھے ندی کی جانب خاص دروازہ ہے، میں نے ان سے کہا کہ میرے پیچھے آنا، اس دوران جب ہم باہر نکلے تو طیارے بہت نیچے پرواز کر رہے تھے اور فوجیوں کو بھی اتار دیا تھا پہلے میں مکان سے نکلا ساتھی بھی ادھر ادھر دوڑ رہے تھے، اس وقت مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ ملا داداللہ کس طرف نکلے، میں مکان سے باہر پیچھے کی جانب گیا تو طیارے نے مکان پر بم گرایا جس سے مکان کی ایک دیوار گر گئی، جب میں نے پیچھے موڑ کر دیکھا تو امریکی فوجی سامنے آ رہے تھے میں نے ان پر فائر کھول دیا تو انہوں نے بھی فوراً فائرنگ کر دی، میں دیوار کے پیچھے چھپ گیا اور پھر ندی میں چھلانگ لگا دی، یہاں پر تسلی نہیں ہوئی، ساتھیوں کا اندیشہ تھا کہ واپس مکان آیا اور آواز دی کہ اجمل اس طرف آؤ اجمل اس طرف آؤ، لیکن مجھے معلوم ہوا کہ ملا داداللہ، میر وائس اور دین محمد مکان سے نکل کر کسی دوسری طرف گئے ہیں، میں مکان سے واپس نکلا اور امریکیوں سے آمنے سامنے لڑائی شروع ہوئی، اسی دوران طیارے نے فائر کیا جس سے میرا پاؤں زخمی ہوا اور میں گر گیا، جب میں واپس کھڑا ہوا تو دوبارہ فائرنگ سے میرا ہاتھ پیٹ اور کندھا زخمی ہوا اس وقت میرے ہاتھ نے کام چھوڑ دیا اور میں گر کر بے ہوش ہوا اور پھر ہوش میں آیا اور اس وقت یہ سمجھ گیا کہ شدید بمباری جاری ہے، فضاء میں طیاروں کا شور تھا ہر طرف بم برس رہے تھے، بہت مشکل مرحلہ تھا، میں آہستہ آہستہ ندی میں گرا اور پانی میں بہہ گیا جب کافی دور پہنچا تو ایک سائیڈ پر تکیہ لگایا جب اٹھنے کی کوشش کی تو پھر بے ہوش ہوا جب ہوش میں آیا تو صبح کی اذانوں کی آوازیں آ رہی تھیں، امریکی چلے گئے تھے، ہمارے ساتھی ہماری تلاش میں آئے تھے میں نے انہیں آواز دی کہ یہاں آجاؤ، اسی دوران ہمارے گرم سیر کے ذمہ دار عبدالہادی آغا آئے جب مجھ پر نظر پڑی، اور دیکھا کہ میں زخمی ہوں تو اپنے ساتھیوں کو آواز لگائی کہ گاڑی اس طرف لیے آئیں، جب گاڑی آئی تو میں نے ان سے کہا کہ مجھے سخت سردی لگ رہی ہے، زخمی ہوں خون پیٹ میں جا رہا ہے اور پھر بتایا کہ مہمان (ملا داداللہ اخند) کہاں ہیں؟

انہوں نے بتایا کہ سب خیریت سے ہیں صرف آپ معمولی زخمی ہیں، مہمان محفوظ ہیں، کوئی مشکل نہیں، مجھے ایک کلینک میں لایا گیا، اسی دوران میر وائس بھی آیا میں نے اس سے بھی پوچھا کہ ملا حاجی صاحب کہاں ہیں؟ اس نے بتایا کہ سب ساتھی خیریت سے ہیں، صرف معمولی زخمی ہیں، لیکن میں سمجھ رہا تھا کہ وہ صرف مجھے تسلی دے رہے ہیں، کیونکہ مجھے بمباری کے دوران مکان کے اندر پتہ چلا کہ اجمل، حافظ حمد اللہ اور ملا در محمد سمیت دوسرے ساتھی بھی اسی وقت شہید ہوئے اور ملا داداللہ اخند کو مکان سے باہر نکلتے وقت طیارے نے شہید کر دیا تھا۔

مجھے بعد میں انہی ساتھیوں اور ملا عبدالہادی آغا جنہوں نے ملا داداللہ شہید کا جسد خاکی کی تلاش کر کے دیکھ لیا تھا، بتایا کہ ملا داداللہ مکان سے زندہ نکلے تھے، قریب ندی تک پہنچ گئے وہ کوشش کر رہے تھے کہ ندی سے گزر جائے اسی دوران امریکی طیارے نے ان پر فائر کھول دیا اور وہ اسی پانی میں شہید ہو گئے، عبدالہادی آغا کے مطابق وہ طیارے کے فائر سے شہید ہوئے تھے۔

اس چھاپے میں ہمارے دوسرے ساتھی بھی شہید ہوئے صرف میں اور دین محمد کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا، ملا داداللہ شہید کو ان کے وصیت کے مطابق کہ میں جہاں پر شہید ہو جاؤں وہاں پر دفن کیا جائے، اگلی رات وہ اور ان کے ساتھیوں کی تدفین شروع کر دی گئی، چند ساتھیوں نے قریب قبرستان میں قبریں تیار کیں، اور پھر ایک ایک شہید کو دفن کیا گیا اس وقت جب دین محمد قبرستان میں شہداء کو دفن کر رہے تھے اور میر وائس اس کے ساتھی مکان سے شہداء کو لانے میں مصروف تھے، تمام شہداء کو سپرد خاک کر دیا گیا، صرف ملا داداللہ کی تدفین باقی تھی کہ اسی دوران امریکیوں نے پھر اسی مکان پر بمباری کر کے چھاپہ مارا اور تلاش کے دوران شہید ملا داداللہ کا جسد خاکی انہیں ہاتھ آیا، اسی چھاپے میں امارت اسلامیہ کے دوسرے اہم رہنما بھی شہید ہوئے جن میں عبدالہادی اجمل جو کیوبا جیل سے رہا ہوا تھا اور اب گرم سیر کا سربراہ تھا اور اس کے علاوہ حافظ حمد اللہ گلالی جنہیں حال ہی میں جیل سے رہائی ملی تھی اور باصلاحیت شخص تھا، اسی طرح حاجی میر وائس اور مولوی در محمد بھی شہید ہوئے۔

ملا داداللہ شہید کو قندھار میں سپرد خاک کر دیا گیا، ان کے پسماندگان میں ۴ بچے رہ گئے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کو بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے اور شہید کو جنت الفردوس میں اعلیٰ درجات سے نوازے۔ آمین

میرا بھائی کلیم اللہ شہید

همشیرہ کلیم اللہ شہید

خوب صورت'' قد بہت چھوٹی مگر خوب صورت داڑھی ابھری پیشانی ،حیاء والی آنکھیں سر پہ ہر وقت ٹوپی ،شلوار ہر وقت ٹخنوں سے اونچی ، چھوٹے بڑے سے دوستی ،خواتین کو دیکھ کر نظریں جھکانے اور خود کو چھپا لینے والے ہر وقت کام میں لگے رہنے والے ،مشکل سے مشکل وقت میں نہ گھبرانے والے ،سادگی اور فقیری کا پیکر ،سب کے کام کرنے والے اور حق بات کی خاطر کسی بڑے چھوٹے کو خاطر میں نہ لانے والے یہ تھے میرے بھائی کلیم اللہ شہید رحمہ اللہ!

کلیم اللہ بھائی بچپن سے ہی سب بہن بھائیوں سے الگ طبیعت رکھتے تھے چھوٹی عمر میں بھی ایسی بڑی بڑی باتیں کرتے تھے جو اس وقت ہماری سمجھ سے بالاتر ہوتی۔

کلیم اللہ بھائی کے بچپن کا ایک واقعہ جو مجھے بہت یاد آتا ہے کہ ایک دن ابو نے پوچھا کہ میرا بیٹا بڑا ہو کر کیا بنے گا؟ ڈاکٹر یا مولوی؟ کلیم اللہ کہنے لگے'' میں نہ ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں نہ مولوی، بس میں تو صرف بندہ ہی بنوں گا ،اس کی بات سن کر ہم بہت ہنسے تھے اور کہا کہ بندے تو سبھی ہیں ،لیکن اب میں کہتی ہو کہ انہوں نے بندہ بن کر زندگی کا حق ادا کر دیا۔

بھائی نے جب سے ہوش سنبھالا تھا اور دین کی سمجھ جب سے پیدا ہوئی تب سے پانچ وقت کی نماز باجماعت ادا کرنے کی کوشش کرتے ،چاہے کتنے ہی مصروف کیوں نہ ہوں ، ہر نماز کے لیے کپڑے بدلتے ،پھر واپس آ کر دوسرے کپڑے پہن لیتے تا کہ نماز کے لیے اور اللہ کے کام کے لیے صاف ستھرے کپڑے ہر وقت میسر ہو سکے۔اتنی کم عمری میں ہی ان کو پاکی کا اتنا خیال تھا۔

میرے بھائی مجھ سے تقریباً دو سال چھوٹے تھے ،ہم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ بالکل دوستوں کی طرح تھے ،ایک دوسرے کو اپنا ہمراز سمجھتے تھے اور اپنی ہر بات ایک دوسرے کو بلا جھجک کہہ دیتے تھے ، بھائی کو ہمارے پردے کی بہت فکر رہتی تھی ، جب میری شادی ہونے لگی اور ان کو پتہ چلا تو انہوں نے صرف اتنا امّی سے پوچھا کہ اس کے سسرال میں پردے کا کیا نظام ہوگا؟ امّی نے جب بتایا تو پھر بالکل مطمئن ہو گئے ،اسی طرح ہمیں ہر وقت دوپٹہ صحیح کرنے کی تلقین کرتے تھے جب کبھی ہمارا دوپٹہ پیچھے سرک جاتا تو بڑے پیار سے دوپٹہ پکڑ کے آگے کر دیتے اور کہتے کہ اپنے بالوں کو ننگا ہونے سے بچایا کرو، میرے بھائی سترہ سال کی عمر میں گھر سے نکلے ،افغانستان کے محاذ پر سب کو بتائے بغیر گھر سے عشاء کی نماز پڑھنے گئے اور ادھر سے ہی اپنے رب کی حسین جنتوں کے راستے پر روانہ ہو گئے ،ایک بار مجھے ایک عراقی خاتون کی ویڈیو دکھائی اور کہا کہ دیکھو! کس طرح امریکی فوجیوں نے ہماری بہن پر کتے چھوڑے ہوئے ہیں اور وہ اس کو نوچ رہے ہیں ، ہماری بہنوں کے ساتھ یہ ظلم ہو رہے ہیں ،ہم کیسے گھر میں بیٹھ سکتے ہیں ،ہم ان فوجی کتوں کو اس ظلم کا مزا چکھائینگے اور ان بہنوں کا بدلہ ضرور لینگے ،ہمیں ہر وقت جہاد کی دعوت دیتے اور کہتے کہ ہر وقت اپنے آپ کو تیار رکھو، تاریخ کی کتابوں کو پڑھو اور دجالی فتنے سے متعلق کتابوں کا مطالعہ کرو ،ان سے پتہ چلے گا کہ کتنا نازک وقت آ گیا ہے ،۲۰۱۲ء سے بڑے فتنے شروع ہو جائینگے ، یہودیوں نے دجال کے آنے کی مکمل تیاریاں کر رکھی ہیں اور تم اپنے امیر امام مہدیؑ کے آنے سے پہلے ان کا ساتھ دینے کے لیے جہاد کی تیاری مکمل رکھو ،اس وقت کامیاب وہی ہوگا جس نے پہلے سے تیاری کر رکھی ہوگی ، میں سوچتی ہوں جس طرح انہوں نے فتنوں سے بچنے کی کوشش کی ،اللہ نے ویسے ہی ان کو بڑے فتنوں کے آنے سے پہلے ہی اپنے پاس بلایا اور ہر قسم کے فتنے سے بچا لیا ،ہمیں ہر وقت یہی تلقین کرتے تھے کہ اپنے گھروں کے اندر شریعت کو نافذ کرو ،ہم لوگ نفاذ شریعت اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کفار سے جہاد کریں ،اپنی جانیں تک اللہ کی راہ میں دیدیں اور ہمارے گھروں میں وہی طاغوتی نظام چل رہا ہو یہ بڑی صلاحیت اکثر مجھے اللہ کے راستے میں مال لگانے کی ترغیب دیتے ہوئے کہتے کہ تم اور کچھ نہیں کر سکتی تو اپنا زیور اللہ کی راستے میں دیکر آخرت میں اپنے لئے ذخیرہ کرو بڑے بھائی کے بارے میں مجھے کہا کہ اسے کہنا کہ اپنے آپ پر شریعت نافذ کرے، چھوٹی بہن کے لئے کہا کہ اس کو سکول سے نکلوا لو جب تک ملک میں شرعی نظام نافذ نہ ہو میں بہن کو انگریزی نظام میں برداشت نہیں کر سکتا ہو۔

جب ہم سکول میں پڑھنے کی کوئی حیل و حجت کرتے تو کہتے کہ پڑھنے کا کوئی مخالفت نہیں لیکن اس بے حیائی اور بے غیرتی کے دور میں بیٹیوں کو سکول میں بھیجنا اللہ کے حدوں کو توڑنے والی بات ہے ، چھوٹے بھائیوں کے بارے میں کہتے تھے کہ اس کو سکول مت بھیجو ،انہیں دینی تعلیم دو ، جہاد کی اہمیت انکے دلوں میں ڈالو اور ابھی سے جہاد کی تربیت دلواؤ۔

جب کوئی انہیں کہتا کہ ابھی نہ جاؤ ابھی بہت چھوٹے ہو کچھ پڑھ لو تو ایک دم ایسا لگتا جیسے انکا خون جوش مارتا اور بہت گرم ہو جاتے اور کہتے کہ اب پڑھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا ، اب ہاتھو میں اسلحہ اٹھانے کا وقت ہے ، کفر نے ہر طرف تباہی بچائی ہوئی ہے ، بہنوں کی عزتیں محفوظ نہیں ،مساجد اور مدارس پر حملے ہو رہے ہیں شعائر اللہ کو ہٹایا جا رہا ہے؛ اب پڑھنے پڑھانے سے کام نہیں چلے گا اب کفر کے طاغوتی نظام کو توڑنے کے لئے اٹھنا پڑھے گا ، مجھے اور امّی کو ہر وقت یہی کہتے کہ میرے لئے مقبول شہادت کی دعا کرو ، پھر کچھ دنوں کے بعد پوچھتے میرے لئے دعا مانگی؟ امّی بتاتی کہ شہادت کی دعا مانگتی ہوں کہ اللہ میرے بیٹے کو اپنے راستے میں قبول کر کے اسکی دلی خواہش پوری

کردے، کہتے تھے کہ ابھی دل سے دعا نہیں مانگ رہی ہو دل سے مانگا کرو۔

میرے بھائی شروع سے ہی حرام چیزوں سے بہت بچتے تھے ایک بار ابو کے ساتھ کسی کے گھر گئے، انہوں نے بھائی کو مالٹے دیکر بھیجے کئی دن کمرے میں پڑے رہے میں نے پوچھا یہ کیوں رکھے ہیں، کھاتے کیوں نہیں؟ تو کہنے لگے اس کو پھینکنا کھانا نہیں ،میں نے کہا کیوں؟ تو کہنے لگے جنہوں نے دیے ہیں ان کا کھانا حلال نہیں، کیوں کہ انہوں نے بیٹیوں کو محروم کر کے سارے جائیداد بیٹے کے نام کر دی ہے اس لئے انکے گھر سے کوئی چیز نہیں کھانی، وہ حلال نہیں ہے۔ جس شخص کا عقیدہ صحیح نہ ہو اس کے ہاتھ کی ذبح کی ہوئی کسی چیز کا گوشت نہیں کھاتے تھے اللہ پاک نے اتنی کم عمری میں انکے اندر اتنا تقویٰ رکھ دیا تھا۔

کلیم اللہ شہید بہت کڑے حالات میں گھر سے نکلے تھے،حکومت پاکستان کے ظالم ایجنسیوں نے ان پر جھوٹے کیس بنا دیے تھے اور وہ ان کو بہت مطلوب ہو گئے تھے، جس رات بھائی نے گھر سے ہجرت کی اپنے شفیق والدین اور محبت دینے والوں بہن بھائیوں سے الوداع کیا، اس کے دوسرے دن پولیس اور خفیہ ایجنسیوں کے کارندوں نے ہمارے گھر پر چھاپہ مارا، چادر و چار دیواری کا تقدس پامال کیا ہمارے گھر کا سامان الٹ پلٹ کر بکھیر دیا اور ہمارے ابو کو تو پہلے اٹھا کر لے گئے تھے کہ بتاؤ بیٹا کہاں چھپایا ہوا ہے؟ ابو کو تو خود پتہ نہیں تھا انکو کیا بتائے دو دن جیل میں رکھنے کے بعد واپس بھیج دیا ، بھائی تک جب خبر پہنچی تو انہوں نے کہا کہ اللہ ان ظالموں کا برا حشر کرے جس طرح انہوں نے ہمیں اذیت دی ہے اللہ ان سے ظلم کا پورا بدلہ لے اور ہم اللہ سے جنت کی امید رکھتے ہیں ہمارے نبی ﷺ نے اور صحابہ کرامؓ نے دین کی خاطر بڑی بڑی تکلیفوں اور مشقتوں کو برداشت کیا ہے، ہم نے انہی کی نقش قدم پہ چلنا ہے، کیونکہ یہی راستہ جنت میں جانے والا ہے، یہ ظالم اسطرح ہمیں جھکانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ہمارا ایمان اور مضبوط ہوتا ہے، حوصلے بلند ہو جاتے ہیں اور جذبہ جہاد زیادہ شدت سے بھڑک اٹھتا ہے، میرے ابو کو بھی بہت ستایا گیا ان پر بھی کیس بنا دیا گیا ان پر ایک بیٹے کی جدائی کا غم تھا دوسرا پولیس ان کو بہت تنگ کرتی تھی لیکن اللہ پاک نے ان کو ثابت قدم رکھا، انہوں نے سب کچھ خوش دلی سے برداشت کیا، ابو کو ایک بار ہتھکڑی پہن کر پیش کیا گیا میں کہتی ہوں کہ مبارک ہے یہ ہاتھ جنہوں نے صرف اللہ کے دین کے لئے اور اپنے عظیم بیٹے کی جرم جہاد کی خاطر ہتھکڑی پہنی قیامت کے دن ہاتھ تو گواہی دیں گے کہ یا اللہ ہم نے تو صرف تیرے دین کے لئے تکلیف برداشت کی، اب تو ہی اس کا اجر عطا کر، اڑھائی سال کے عرصے میں میرے بھائی تین بار زخمی ہوئے لیکن شہادت مقدر نہ تھی چھوتھی مرتبہ 6 مئی 2012 کو انکو پیٹ میں گولی لگی جو اندر ہی رہ گئی اور گولی لگنے کے ایک گھنٹہ بعد وہ اپنے بہتے خون اور زخمی جسم کو لیکر اپنے رب کے حضور حاضر ہو گئے۔ گویا زبان حال سے کہہ رہے تھے۔

جگر کی پیاس لہو سے بجھا کے آیا ہوں — میں تیرے راہ میں گردن کٹا کے آیا ہوں
جو تیرے وصل میں حائل تھے جیتے جی یارب — تمام راہ کے پتھر ہٹا کے آیا ہوں
تمام حور و ملائک ہیں محو استقبال — میں سر پہ تاج شہادت سجا کے آیا ہوں

بھائی کے جو ساتھی موقع پہ موجود تھے انکے ذریعے سے ہمیں پتہ چلا کہ جب گولی لگی تو انہوں نے یک دم اچھل کر کہا (اللہ اکبر) پھر لیٹ گئے، ہم انکو اٹھا کر ہسپتال لے گئے تو وہ کہنے لگے کہ مجھے تو بالکل تکلیف محسوس نہیں ہو رہی اور اپنے ساتھی کا ہاتھ پکڑ کر بار بار اپنے سر کے نیچے رکھتے، ساتھی جب ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرنے لگا تو کہنے لگے ہاتھ نہ ہٹاؤ شائد آج آخری ملاقات ہو، ساتھی کہتے ہیں کہ وہ بار بار اپنا ہاتھ بازو سمیت اٹھا کر بلند کر دیتے اور کلمہ شہادت پڑھتے تھے اور کہتے کہ یا اللہ پہلے ڈرون کے ذریعے زخمی کیا تھا اور بچا لیا تھا لیکن میرے اللہ!...آج نہ بچانا! آج میں نے تجھ سے ملاقات کرنی ہے کہتے ہیں کہ پھر جب انکی روح پرواز کر گئی تو ایک عجیب قسم کی خوشبو پھیل گئی۔

حالات کی خرابی کی وجہ سے دو دن تک دفنا نہ سکے دوسرے دن جب غسل کرا کر رکھا تو انکے گال اور ہونٹ بالکل سرخ ہو گئے، نہلانے کے بعد شہید کے جسم سے خون جاری ہوا اور کفن کو تر کر کے تابوت سے باہر بہنے لگا۔ وہاں جو بڑے امیر صاحب تھے وہ کہنے لگے کہ میں اللہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ حوروں نے انکے ہونٹوں پہ آکر پیار کیا، جس کی وجہ سے ہونٹ اتنے سرخ ہو گئے، پھر جب دفن کرنے لگے تو پیشانی پہ ہلکا سا پسینہ نکلا، ایک ساتھی نے اپنے انگلی سے صاف کیا تو اس میں بھی خوشبو محسوس کی اور سب ساتھیوں نے اس کو سونگھا، اس واقعہ سے مجھے انکی شہادت کی مقبولیت کا یقین آ گیا۔

دنیا والے تو اس شیر بہادر اور پہاڑ جیسا ہمت و حوصلہ رکھنے والے بہادر نوجوان جس کی بہادری کے قصے سناؤں تو صرف اسباب پر نظر رکھنے والے حیرت میں مبتلا ہو جائیں اور یقین نہ کریں لیکن اس کو اللہ پر کامل یقین تھا اکثر میری جب ان سے بات ہوتی تو کہتے کہ جو رات قبر میں ہے وہ باہر نہیں آ سکتی اور جو تکلیفیں اللہ نے ہمارے مقدر میں لکھ دی ہیں وہ تو آ کر رہیں گی پھر دنیا والوں سے کیا ڈرنا۔

پاکستان کی ظالم ایجنسیاں اسی تاک میں ہوتی تھیں کہ کب یہ اللہ کا شیر ہمارے ہاتھ لگے اور ہم اس کو جیل کی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں پابند سلاسل کریں، لیکن اللہ نے کہا کہ اے میرے بندے! تو میرے پاس آ جا میں تجھ کو حسین جنت کی آزاد فضاؤں میں سیر کرواؤں۔

(میں ہر وقت یہ دعا مانگتی کہ اے میرے اللہ! میرے بھائی کو ظالموں سے بچانا، گرفتاری اور معذوری سے بچانا اور اس کو ایسی جگہ شہادت دینا جو جگہ اور جو شہادت تجھے بہت محبوب ہو، اللہ پاک نے ہمارے دعاؤں کو قبول کیا اور انکو اپنے پاس بلا لیا اور ظالم حکومت کو اس کی ہوا بھی نہ لگنے دی)

میرے بھائی کو اس راستے سے اتنی محبت ہو گئی تھی کہ جو کوئی اس کو روکتا کہ ابھی چھو ٹے ہو تو کہتا یہ سب مجھے روکنا چاہتے ہیں، ان کو اس وقت جہاد کی اہمیت کا پتہ نہیں ہے، کیوں کہ انکی بیٹیاں اور بہنیں گھروں میں محفوظ ہیں لیکن وہ وقت دور نہیں ہے جب ظالم درندے انکے گھروں میں دستک دیں گے اور انکی بیٹیوں کو گھروں سے اٹھایا جائے تب یہ آرزو کریں گے کہ کاش ہمارے گھر میں بھی کوئی مجاہد ہوتا اور ان کافروں کے ہاتھ کاٹ ڈالتا لیکن اس وقت یہ حسرت گلے میں ہی دم توڑ جائے گی اور کچھ نہ بن پائے گا تب انکو جہاد کی اہمیت کا پتہ چلے گا۔

میرے بھائی نے ساری زندگی سادگی اور فقیری میں بسر کی، ہمیشہ ایک ہی قسم کے چپل استعمال کئے جب تک وہ ٹوٹ نہ گئے تب تک دوسرا جوڑا نہ لیتے، دو تین جوڑے سے زیادہ کپڑے کبھی نہ بنوائے، ہمیشہ کرتا پہنا، یہ کبھی نہ دیکھا کہ نیا ہے یا پرانا، نہ کبھی استری کی پرواہ کی، سردیوں میں بھی کبھی سوئیٹر اور جرابیں تک نہیں پہنتے، کہتے کہ ہم سے یہ مصیبت نہیں اٹھائی جاتی کہ بار بار اتارو اور پہنو، بس ایک چادر ہی اوڑھے رکھتے، ایک بار بھائی نے اپنے کپڑے اور نئے بوٹ تیار کر کے رکھے ہوئے تھے، میں نے دیکھ لیا اور پتہ چل گیا کہ آج ضرور محاذ پہ جانے کی تیاری ہو رہی ہے، میں نے شرارت کے طور پہ چھپا دیے، بھائی کو پتہ چل گیا مجھ سے پوچھا میں نے کہا مجھے نہیں پتہ تو کہنے لگے جانے سے روک دیں گے، جن لوگوں کو بوٹوں اور پیسوں کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی، یہ راستہ اتنا مبارک ہے کہ بوٹوں کا محتاج نہیں ہے، ہم ننگے پاؤں بھی جا سکتے ہیں اور خالی جیب بھی جا سکتے ہیں، گھر سے نکلنے کی دیر ہوتی ہیں اللہ کی مدد ہمارے ساتھ ہے جب ہم اللہ کے راستے میں نکلتے ہیں تو اللہ پاک ہماری ساری ضرورتوں کو پورا کر دیتے ہیں کیوں کہ ہم اللہ کے فوجی ہیں۔

میں سوچتی ہوں کتنا عظیم تھا میرا بھائی لیکن ہم صحیح معنوں میں اس کی قدر نہ کر سکے اور اب تو وہ تمغہ شہادت پا کر ہم سے بہت دور جا چکے ہیں۔

میرے بھائی کی شہادت پہ لوگوں نے بہت باتیں بنائیں لیکن ہم نے کسی کی پرواہ نہ کی لوگ آتے تھے اور دکھی باتیں کر کے ہمیں رُلانے کی کوشش کرتے۔ لیکن اللہ پاک نے ہمیں صبر و ہمت دی ہوئی تھی، کئی لوگ کہتے کہ آپ کے اندر کی ہمت اب ختم ہو گئی ہو گی، آپکا تو اب دل بھی جل گیا ہو گا میں کہتی ہوں کہ دل تو ان کے جلا کرتے ہیں جن کے جوان بیٹے ڈاکو اور لٹیرے ہوتے ہیں، بدکاریاں کرتے ہیں، اوروں کی بہنوں اور بیٹیوں کی عزتوں سے کھیلتے ہیں، انکے ماؤں اور بہنوں کے واقعی دل جل جاتے ہیں۔

لیکن ہمارے دل تو الحمدللہ مطمئن اور سینے ٹھنڈے ہو گئے ہیں کہ ہمارے بھائی نے اللہ کے دین کی خاطر صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پہ چل کر تاج شہادت سر پہ سجایا ہے۔

مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں اتنی عظیم شہید کی بہن ہوں مجھے بھائی کی یاد بہت ستاتی تھی پہلے بھی اور اب شہادت کے بعد بھی؛ لیکن الحمدللہ میرا دل بالکل مطمئن ہے، دنیا میں جدائی کا غم ضرور ہے لیکن آخرت میں ملنے کا یقین ہے میں سوچتی تھی کہ جب مجھے بھائی کی شہادت کی خبر ملے گی میں کیسے برداشت کر پاؤں گی، جب بھائی محاذ پر تھے تو اس وقت جب کبھی رات کو سونے کے وقت مجھے یاد آ جاتے تو میری نیند اڑ جاتی تھی لیکن میں اللہ سے دعا کرتی تھی کہ اللہ مجھے اور میرے والدین کو صبر و استقامت دینا، بھائی کی شہادت پر اللہ پاک نے ہم سب کو جس طرح صبر و استقامت سے نوازا ہے، میں اس پر اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں میں حیران ہوں کہ میرے اندر اتنی برداشت کہاں سے آ گئی ہے کہ بھائی کی شہادت پہ عجیب سی خوشی محسوس ہوئی اور آنسو گم ہو گئے، مجھے اب یہ یقین ہے کہ میرا بھائی اللہ سے شہادت پا کر جنت کی طرف پرواز کر گیا مجھے یہ نہیں لگتا کہ بھائی کو قبر میں دفن کیا گیا ہے اور اب وہ زمین کے اوپر تو نہیں ہے لیکن مجھے ایسا لگتا ہے کہ جیسے وہ میرے ساتھ ہر وقت پھرتا رہتا ہے شائد اس لئے کہا جاتا ہے کہ شہید زندہ ہوتے ہیں مرتے نہیں۔

اللہ پاک میرے بھائی کی شہادت عظمٰی کو قبول فرمائیں انکو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں، اپنا اور اپنے حبیب محمد ﷺ کا پڑوس نصیب کریں ہم سب کو صبر ہمت اور استقامت دیں، اللہ پاک ہم سب کو بھی کلیم اللہؒ بھائی کے خون کے صدقے سے جہاد فی سبیل اللہ کے لئے قبول کریں۔

یا اللہ امت مسلمہ کے ہر نوجوان بچے بوڑھے کے دل میں جہاد کی شمع روشن کر اور مجاہدین کو ثابت قدم رکھ اور انکو کامیابیاں عطا کر یا اللہ ہمارے اسیر بھائیوں کو جلد رہائی نصیب کر اور انکو استقامت دے۔ یا اللہ کلیمؒ بھائی جو کہ ہم سب کو چھوڑ کر اتنی کم عمری میں تیرے پاس آ گئے ہیں انکی اور تمام شہداء کی قربانیوں کو قبول فرما اور ان شہداء کے خون کے صدقے سے ہمارے ملک کو شریعت کا گہوارہ بنا۔

(آمین یارب العالمین)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

چیدہ چیدہ

انتخابات پر آنے والے اخراجات

اخباری رپورٹوں کے مطابق 2013 کے انتخابات پر کل ۴۰۰ (چار سو) ارب روپے خرچ ہوئے، یہ مقدار سرکاری اور غیر سرکاری دونوں اخراجات کو ملا کر بنتی ہے ،اس کے بعد تو منتخب امیدواروں کو حکومتی خزانے سے جو کچھ ملے گا اور پارلیمنٹ کی آرائش وزیبائش پر جو خرچہ آئے گا وہ اس کے علاوہ ہے۔اگر ہم صرف اس ایک نکتے پر غور کریں کہ جمہوریت کی ناکامی اور نقص کے لیے یہ ایک ہی بات کافی ہے کہ ہر پانچ سال یا چار سال بعد بغیر کسی وجہ کے سابقہ حکومت اور حکمرانوں کو بستر گول کرنا پڑتا ہے،اس کے مدمقابل اگر ہم نظام خلافت پر سوچیں تو وہاں کسی حاکم کو بغیر کسی وجہ کے خلافت سے ہٹانا قطعاً ناجائز ہے، بلکہ ایک عادل اور شریف امام کی اطاعت مسلمان کے لیے واجبات میں سے ہے، لہٰذا نظام خلافت میں ہر پانچ سال بعد چار سو ارب روپے خرچ کرنا نہیں پڑتا، اور نہ ہی غیر اخلاقی، گالم گلوچ اور بدتہذیبی کا طوفان چلتا ہے،جس میں ہر امیدوار اور پارٹی سربراہ یہ کوشش کرتا ہے کہ اپنے مخالف پر کس طرح سے جملے کسے تاکہ اسے عوام الناس کے سامنے گھٹیا ثابت کریں۔

نظام خلافت میں ایک نظام کے تحت حکومتی کاروائی تسلسل کیساتھ چلتی ہے، اگر ہم جمہوریت پر ذرا غور کریں تو جو امیدوار مسلسل حکومت میں رہتا ہے وہ بنسبت دوسروں کے بہتر ہوتا ہے، کیونکہ جب ایک ممبر ایک دفعہ کامیاب ہوجاتا ہے تو وہ دونوں ہاتھ کھول کر حکومتی دولت کو ذاتی اموال میں ضم کرتا جاتا ہے، اب اگر اسی امیدوار کو دوبارہ کامیابی نصیب ہوتی ہے تو وہ چونکہ پہلے سے امیر کروڑ پتی اور ارب پتی انسان ہوتا ہے،لہٰذا اب اسے دولت کی اتنی فکر نہیں رہتی ، اور کسی حد تک مستغنی ہو کر دولت جمع کرتا ہے،اس بھوکے کتے کی طرح نہیں ہوتا جو گوشت کی بوٹی دیکھ کر اس پر جھپٹ پڑتا ہے،اس کی ایک واضح مثال سابقہ حکومت ہے، پنجاب میں حکومت شریفوں کے ہاتھوں میں تھی، جو کہ کئی دفعہ حکومت کے مزے لوٹ چکے ہیں، ان کے صوبے میں کرپشن میں کافی کمی واقع ہوئی، لیکن خیبر پختونخوا میں چونکہ اے این پی کی حکومت تھی جنہیں پہلی دفعہ پختون قوم کا خون چوسنے کا موقع ملا، اس لیے انہوں نے کرپشن میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور خیبر پختونخوا ملکی سطح پر کرپشن میں پہلی نمبر پر آیا۔

ایم کیو ایم کی بوکھلاہٹ

متحدہ قومی موومنٹ کے لندن میں بیٹھے مبینہ قائد الطاف حسین نے اپنے ورکرز کے ایک جلسے سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اگر اسٹیبلیشمنٹ کو ہماری مینڈیٹ تسلیم نہیں ہے تو کراچی کو ملک سے جدا کیا جائے۔

اس بیان پر ابھی متحدہ کے مقامی قیادت کے وضاحتی اور معذرتی بیانات کا سلسلہ جاری تھا کہ اس دوران ”محترم قائد“ نے ایک اور بیان داغ دیا۔ بیان کے اقتباسات کچھ یوں ہیں ”صحافی اپنی حد میں رہیں، اگر کسی کا متھا (سر) گھوم گیا اور کسی نے کسی کو ٹھوک دیا تو الطاف ذمہ دار نہ ہوگا۔۔۔۔تم ہمارے لونڈے ہو۔۔۔تم جو کہتے ہو کہتے رہو۔۔۔کتے بونکتے رہتے ہیں اور کارواں رواں دواں ہوتا ہے۔“

ایم کیو ایک کی تاریخ کا ہر ایک کو پتہ ہے، انہوں نے کراچی میں جتنے بیگناہ مسلمانوں کو قتل کیا ہے وہ بھی ہر ایک جانتا ہے، کتنے لوگوں کے جسموں میں انہوں نے ڈرل سے سوراخ کیے اور کتنے لوگوں کو قتل کر کے بوریوں میں بند کیا۔متحدہ ہی کے ایک کارکن کا یہ جملہ کراچی کے تقریباً تمام لوگوں کو یاد ہے کہ مجھے ناشتہ اس وقت تک مزا نہیں دیتا جب میں کسی انسان کے گھٹنے میں ڈرل نہ لگاؤں اور اس کی چیخیں نہ سنوں۔

لیکن اس سب کے باوجود میڈیا میں الطاف کے خلاف بات کرنے والے نہ ہونے کے برابر ہیں، کسی ریڈیو چینل، ٹی وی چینل، اخبار، میگزین والے میں اتنی جرأت نہیں کہ وہ الطاف کے خلاف دو لفظ کہہ سکے۔الطاف کے خلاف کوئی اس وجہ سے نہیں بولتا کہ وہ اسلام دشمنی کا لبادہ اوڑھ کر آیا ہے، وہ سیاسی اور اقتصادی پابندیوں سے اس وجہ سے محفوظ ہے کہ وہ عالمی کفر کا ساتھی ہے، اسے گرفتار اس وجہ سے نہیں کیا جاتا کہ وہ کھل کر کہتا ہے کہ مجھے اسلام منظور نہیں۔کیونکہ اس ملک میں تو سب کچھ جائز ہے، کسی کام پر بھی پابندی نہیں، اگر شجر ممنوعہ ہے تو وہ شریعت کی بات کرنا، اگر کوئی جرم ایسا ہے جس کی سزا آئی ایس آئی کی خفیہ جیلوں میں دی جاتی ہے تو نفاذ شریعت کی بات کرنا ہے۔

تعجب ان لوگوں پر بھی ہے جو ایک ہمہ وقت مدہوش شخص کو اپنا قائد و رہبر مانتے ہیں، اگر الطاف کے بیانات کو جمع کیا جائے اور عاقل بالغ شخص سے یہ فیصلہ کرایا جائے کہ کیا یہ ایک قائد تو کجا ایک صحیح الحواس انسان کی باتیں ہوسکتی ہیں؟؟ لیکن یہ بات صحیح ہے کہ دنیا میں ایک سے بڑھ کر ایک احمق پڑا ہوا ہے۔لاکھوں لوگ الطاف کے پیچھے بھی دوڑے جا رہے ہیں۔الطاف شرم نامی صفت سے بھی کوئی شناسائی نہیں رکھتا، ایک دفعہ اس نے ڈاکٹر عافیہ صدیقی کے حق میں جلسے اور مظاہرے کیے اور امریکیوں پر سخت تنقید کی، ظاہر ہے کہ اس کا مقصد اپنے ووٹ بینک کو بڑھانا اور سیاسی مفادات تھے، لیکن ووٹ بینک میں اضافے کے لیے بھی کوئی ایسا کام تو کرنا چاہیے جو انسان کے ماضی سے مطابقت رکھتا ہو، اگر اوبامہ یا بش اپنے جلسوں میں کہے کہ امریکہ مسلمانوں پر ظلم بند کریں اور ہم امریکی مظالم پر مزید خاموش نہیں رہ سکتے، تو اس کا کیا معنیٰ ہوگا؟ کیا ہر کوئی انہیں پاگل نہیں کہے گا؟؟

کبھی کبھار ایم کیو والے نعرہ لگاتے ہیں کہ کراچی کو اسلحہ سے پاک کرو، حالانکہ کراچی میں سب سے زیادہ اور مہلک ہتھیار تو انہیں کے پاس ہیں لیکن پھر بھی انتہائی ڈھٹائی کیساتھ کہتے ہیں کہ اسلحہ سے کراچی کو پاک کیا جائے۔

ایم کیو ایم والے پورے کراچی میں اپنے نمائندوں کو زبردستی کامیاب کراتے ہیں لیکن پھر بھی کہتے ہیں کہ انتخابات دھاندلی سے پاک ہونے چاہیے۔ میرے ایک دوست نے مجھے ایک دفعہ کہا کہ ہم گھر بیٹھے ہوتے ہیں اور ہماری فیملی کے ووٹ مفت میں ایم کیو ایم کو ڈالے جاتے ہیں، اسی طرح ایک دوسرے ساتھی نے بتایا کہ ایک دفعہ میں ووٹ کاسٹ کرنے گیا تو وہاں بیٹھے متحدہ کے ایجنٹ نے کہا کہ آپ نے کیوں زحمت کی آپ کا ووٹ تو ابھی تھوڑی دیر پہلے کوئی کاسٹ کر چکا ہے۔ یہ تو ویسے نمونے کے لیے کہا ورنہ اصل حقیقت تو کراچی والے جانتے ہیں کہ متحدہ کے امیدوار کس طرح کامیاب ہوتے ہیں؟؟!!

میرانشاہ سے بنوں

میرانشاہ سے بنوں روڈ پاکستانی سیکورٹی اداروں کے لئے ایک مہیب اور مہلک راستہ ہے، یہاں سے گزرتے ہوئے ہر فوجی اس سڑک کو اپنی اخری گزرگاہ تصور کرتا ہے؛ کیونکہ یہاں مجاہدین کے نصب کئے ہوئے ریموٹ کنٹرول بم ہر دفعہ کسی نہ کسی فوجی گاڑی کو نشانہ بناتا ہے اور دو، تین، چار سے لیکر چھ، سات فوجی فوج کی مصیبت سے چھٹکارا حاصل کر لیتے ہیں، رمضان کے انیس تاریخ کو جب فوجی کانوائے میرانشاہ سے بنوں جارہی تھی، ایک فوجی گاڑی انتہائی تیز رفتاری کیساتھ بنوں کی طرف بڑھ رہا تھا تاکہ نصب مائن کا شکار نہ ہوجائے، جب یہ ٹرک بنوں کے قریب ہونے لگا تو انہوں نے اپنے آپ کو محفوظ تصور کرنا شروع کیا اور گاڑی کو اور بھی تیز بھگانے لگے، لیکن موت کا خوف ایسا سوار تھا کہ راستہ ہی نظر نہ آیا اور ڈرائیور ٹرک کو ایک گھاٹی میں لے گیا، نتیجۃً چار فوجی ہلاک ہوئے اور حکومتی تصدیق کے مطابق اٹھارہ فوجی زخمی ہوئے۔ مجاہدین کے مائن سے بچ کر خدائی مائن کے شکار ہوئے۔

یہ چھ فوجی ابھی دفن بھی نہ ہوئے تھے اور نہ وہ اٹھارہ زخمی فوجی مرے تھے کہ اگلے روز جنوبی وزیرستان میں ایک اور فوجی ٹرک حادثے کا شکار ہوا جس میں پہلے سے زیادہ برکت تھی اور کل چھ فوجی ہلاک ہوگئے۔ بعض حضرات یہ شک کرتے ہیں کہ یہ دونوں کاروائیاں مجاہدین نے کی ہے، لیکن اپنی خفت چھپانے کے لئے حکومت نے اسے حادثہ کا نام دیا، شاید یہ طالبان کا ایک اور نام ہو، جس طرح انتہا پسند، قدامت پسند، دہشت گرد ہیں اسی طرح ایک نام کا اضافہ اور کرو' حادثہ'۔

ڈیرہ اسماعیل خان جیل مجاہدین کے زد میں

ڈیرہ اسماعیل خان جیل خیبر پختونخوا کے بدنام زمانہ جیلوں میں شمار ہوتا ہے، یہاں سینکڑوں بے گناہ مجاہدین کو قید رکھا گیا تھا، مجاہدین نے رمضان المبارک کے بیس تاریخ کو اس جیل پر حملے کا پروگرام ترتیب دیا؛ تاکہ وہاں موجود مجاہدین کو رہائی دلا سکے، مجاہدین نے انتہائی دشوار گزار راستوں سے گزرتے ہوئے اپنے ہدف کے قریب پہنچے اور رات کی تاریکی کا انتظار کرنے لگے، اس دوران تمام مجاہدین اللہ تعالیٰ سے خصوصی دعائیں مانگ رہے تھے اور اس مشن کی تکمیل بخیر وعافیت کے طلبگار تھے۔ جیسے ہی رات چھا گئی یہ شیر دل نوجواں اپنے ہدف پر ٹوٹ پڑے اور سب سے پہلے جیل کی چاردیواری کو گرایا اور کافی تعداد میں مجاہدین جیل کے اندر داخل ہوگئے، جبکہ کچھ ساتھی جیل سے باہر پولیس اور فوج کی نقل وحرکت پر نظر رکھے ہوئے تھے۔ مجاہدین جب جیل میں داخل ہوئے تو اندر ہر خطرے سے غافل پولیس کی صفوں میں بھگدڑ مچ گئی اور سوڈیڑھ سو کے قریب مجاہدین کے سامنے بے بس نظر آنے لگے، مجاہدین نے جیل کے تالے توڑے اور اپنے ساتھیوں کے نام پکار پکار کر باہر لانے لگے۔

اس تمام کاروائی پر تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ لگا اور مجاہدین کے تمام ساتھی جیل سے نکلنے میں کامیاب ہوگئے، جیل میں قید مجاہدین کی تعداد دوسو سے زیادہ تھی اور الحمد للہ تمام بحفاظت محفوظ مقامات کی طرف منتقل ہوگئے۔ جیل میں کئی سارے ساتھیوں کو جہادی ''جرائم'' کی وجہ سے سزائے موت سنائی گئی تھی۔ اسی طرح بہت سارے مجاہدین ایسے بھی تھے جنہیں عمر قید کی سزا سنائی گئی تھی۔ اس انگریزی نظام میں ایک مجاہد کو سولہ سو سال قید کی سزا بھی سنائی گئی تھی، لیکن اللہ کی قوت کی سامنے ان کے تمام ارادے ناکام ہوئیں۔

> امریکہ پاکستان اور ہر طاغوت کے خلاف ہماری جنگ ایک نقطے یعنی خلافت راشدہ طرز پر احیائے خلافت کیلئے محنت پر مشتمل ہے اس کیلئے ہمیں جتنی تکالیف اور قربانیاں دینے پڑیں گے ہم تیار ہیں۔ انشاء اللہ۔
>
> مولانا ولی الرحمٰن شہید رحمہ اللہ
>
> امیر حلقہ جنوبی وزیرستان
>
> رجب المرجب ۱۴۳۴ھ

سیکولرزم اور اسلام

مولانا صالح قسام صاحب

تقریباً ایک سال سے کچھ عرصہ زائد پہلے روزنامہ مشرق کے ایک معروف قلمکار ڈاکٹر عنایت اللہ فیضی نے اسلام اور جمہوریت کے موضوع پر ایک مضمون تحریر کیا تھا، جس کا ماحصل یہ تھا کہ اسلام اور سیکولرزم میں کوئی منافات نہیں ہے اور یہ سیکولرزم اسلام کے مخالف نہیں ہے۔اسی طرح آج کل اسی طرز کے مضامین اخبارات وجرائد میں چھپتے ہیں،اس موضوع پر لکھے جانے والے مضامین کی اہمیت کا ایک اہم سبب یہ بھی ہے کہ ترکی جسے ایک سیکولر اسلام پسند ملک کہا جاتا ہے،وہ اپنی اسلامیت اور سیکولرزم کی وجہ سے دنیا میں شہرت پا رہا ہے،پشتو زبان میں امریکی نشریاتی ادارے ڈیوہ ریڈیو نے ترکی اور اسلام پر سلسلہ وار پروگرام پیش کیے۔اسی طرح پاکستان کے علماء کرام نے حالیہ برسوں میں ترکی کے دورے کیے اور وہاں پر مسلمانوں اور اسلام کے حالات پر قلم اُٹھائے۔کچھ پاکستانی حضرات جو ترکی میں مقیم ہیں وہ بھی مسلسل اس بارے میں اپنی آراء میڈیا کے ذریعہ عوام الناس تک پہنچا رہے ہیں۔آج کی اس تحریر میں ہم اسلام اور سیکولرزم کے مابین پائے جانے والے تناسب اور مناسبت کا ذکر کرنا چاہتے ہیں،لیکن اس سے پہلے ان تجزیہ نگاروں کے بارے میں ہم مختصراً یہ کہتے ہیں کہ ان کے تبصرے اور تجزیے مکمل نہیں ہیں،ان میں نقص ہے ،کیونکہ ان کالم نگاروں اور مبصرین کی اکثریت وہ ہے جو ممکن ہے عصری علوم میں تحقیق وتدقیق کے اعلیٰ پایہ تک رسائی رکھتے ہوں لیکن چونکہ اس مسئلے میں محض دنیاوی علوم پر دسترس کافی نہیں ہے،جب اسلام اور سیکولرزم کا تقابل ہورہا ہے تو لازمی بات ہے سیکولرزم اور اسلام دونوں کی ماہیت،حقیقت انسان کے سامنے ہو۔لہٰذا سب سے پہلے اسلام کی حقیقت اور پھر سیکولرزم کی حقیقت معلوم کرکے دونوں کے درمیان پائی جانے والی نسبت پر گفتگو کریں گے کہ اسلام کس حد تک سیکولرزم کو برداشت کرسکتا ہے اور سیکولرزم کس حد تک اسلام کو اپنے قریب آنے دیتا ہے۔

اسلام

اسلام یہ ہے کہ نبی کریم محمد ﷺ کے لائے تمام احکام وہدایات کو انسان اپنی مرضی اور خوشی سے مان لے،علماء کرام نے اسلام کی تعریف یوں کی ہے "تصدیق النبی ﷺ فیما علم مجیئہ بالضرورۃ" یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو چیزیں احکام واوامر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں اور ان کا ثبوت قطعی اور متواتر ہے،ان سب کو دل سے مان لینے کا نام ایمان ہے۔

اسلام کی یہ تعریف بالکل واضح ہے،جس میں کسی قسم کی خفاء نہیں ہے،اس کے مقابل اب کفر کی حقیقت خود بخود واضح ہوجائیگی،کفر یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے دین میں سے کسی ایک چیز کا انکار کیا جائے۔یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ اسلام کے لیے تو ضروری ہے کہ تمام اشیاء کو دل سے مان کر تسلیم کیا جائے لیکن کفر میں یہ ضروری نہیں ہے کہ تمام اشیاء کا انکار کیا جائے ، بلکہ شریعت کے کسی ایک بھی ایسے حکم کا انکار کفر شمار ہوگا جو اسلام میں یقینی طور پر ثابت ہو اور اہل اسلام کے ہاں وہ معروف ومشہور ہو،مثلاً اگر کوئی شخص پانچ وقتہ نمازی ہے،زکوٰۃ بروقت ادا کرتا ہے،جہاد سے انکار نہیں کرتا ،قرآن کریم کی تلاوت دن رات کرتا ہے لیکن وہ صرف یہ کہے کہ حج فرض نہیں ہے یا اسلام میں حج کی کوئی حیثیت نہیں ہے تو تمام اہل علم کا شرقاً وغرباً اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے۔اسی طرح ایک شخص حج کو فرض مانتا ہے ،زکوٰۃ،روزہ،نماز اور تمام دیگر عبادات کو مانتا ہے اور تسلیم کرتا ہے لیکن فرضیت جہاد کا انکار کرتا ہے تو یہ شخص بھی مسلمان نہیں ہوسکتا۔

سیکولرزم

سیکولرزم (Secularism) انگریزی زبان کا لفظ ہے،اردو زبان میں اس کا ہم معنیٰ لفظ ''الحاد'' ہوسکتا ہے،جبکہ انگریزی زبان کا لفظ سیکولرزم بھی عام طور پر اردو میں مستعمل ہے،البتہ ایک لفظ ''روشن خیالی'' کو عام طور پر اس کا مترادف استعمال کیا جاتا ہے۔عربی زبان میں سیکولرزم کا ترجمہ "اللادینیہ" اور "العلمانیہ" سے کیا جاتا ہے۔ اللادینیہ کا اردو ترجمہ الحاد سے کیا جاتا ہے یعنی بے دینی۔عربی لفظ "العلمانیہ" کے بارے میں سیکولرزم کے حامیوں کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ لفظ حرفِ عین کے زیر (کسرہ) کے ساتھ اور لام کے سکون کیساتھ ہے اور یہ علم سے مشتق ہے،لہٰذا سیکولرزم اور علمانیۃ کا مطلب ہے علم۔اور علم کا حصول اور اسکی دعوت کسی معاشرے اور مذہب میں بھی ممنوع نہیں ہے،لہٰذا اسی بناء پر ہم سیکولرزم کی دعوت دیتے ہیں۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ علم سے مشتق نہیں ہے،کیونکہ عربی زبان میں لغت کے جتنے ضخیم اور مفصل ڈکشنریاں اور انسائیکلوپیڈیا ہیں،وہ شاید ہی دنیا کے کسی زبان کے پائے جاتے ہوں،لیکن کسی بھی مشہور عربی قاموس (ڈکشنری) نے لفظ علمانیہ کو ذکر نہیں کیا ہے،لسان العرب لابن منظور افریقی،تاج العروس وغیرہ کسی کتاب میں بھی اس لفظ کا وجود نہیں ہے۔بلکہ یہ لفظ عالم سے مشتق ہے اور علمانیہ حرفِ عین کے زبر (فتحہ) کے ساتھ ہے،اور اس کا معنیٰ دہری سے کیا جاسکتا ہے،اسی طرح اسکا ترجمہ دنیوی سے بھی ہوسکتا ہے۔

انگریزی زبان کی انکارٹا (Encarta) نامی انسائیکلوپیڈیا کی ڈکشنری میں سیکولرزم کی تعریف یوں کی گئی ہے:

Secularism1)exclusion of religion frompublic affairs: the belief that religion and religious bodies

should have no part in political or civic affairs or in running public institutions, especially schools

2)rejection of religion: the rejection of religion or its exclusion from a philosophical or moral system.

ترجمہ:عوامی معاملات سے مذہب کا اخراج، یہ عقیدہ کہ مذہب اور مذہبی لوگ سیاست یا عوامی معاملات یا عوامی اداروں کے چلانے میں مداخلت نہ کریں، خصوصاً تعلیمی اداروں کے نظام چلانے میں۔

۲)مذہب کو رد کرنا یا یہ کہ ایک فلسفہ اخلاقی نظام سے مذہب کو بیدخل کرنا۔

اسی سے ملتی جلتی تعریف (merrium webster) نامی ڈکشنری میں بھی کی گئی ہے۔اس کے الفاظ ہیں: indifference to or rejection or exclusion of religion and religious considerations یعنی مذہب کی مخالفت، اسے رد کرنا یا مذہب اور مذہبی تصورات کو بیدخل کرنا سیکولرزم کہلاتا ہے۔

لیکن اس سے بھی کچھ زیادہ واضح تعریف (Oxford advaced learner dictionary) میں کی گئی ہے۔انہوں سیکولرزم کی تعریف یہ کی ہے کہ سیکولرزم اس نظریے کا نام ہے جس کی رو سے اخلاق اور تربیت کی بنیاد مذہب پر نہیں ہوتی۔

مذکورہ بالا تعریفات میں یہ بات صراحت سے کہی گئی ہے کہ نظامِ حکومت چلانے میں مذہب کو مداخلت نہیں کرنا چاہیے، اور سیکولرزم کے معاصر علم بردار بھی یہ کہتے ہیں کہ اگر مذہب کو حکومت سے جدا کیا جائے تو اس سے تمام مذاہب کے لوگ مسلمانوں کے کیساتھ مل جل کر اور گھل مل کر زندگی گزاریں گے اور ملک امن و آشتی کا گہوارہ ہوجائیگا۔ آیئے قرآن وحدیث کھول کر اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ کیا اسلام ہمیں اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ ہم مذہب کو فرد کا انفرادی معاملہ قرار دیں اور حکومت میں مذہب کی مداخلت کو بند کردیں۔

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، جہاں ایک انسان کی انفرادی زندگی اسلامی احکامات کی حدود میں ہونا ضروری ہے وہاں اسلام نے معاشرے، ملک اور حکومت کے اجتماعی احکام بھی قرآن وحدیث کے پابند کیے ہیں۔موجودہ دور میں اسلام سے بیزار بہت سارے لوگ ایسے ہیں جو براہ راست اسلام سے تو انکار نہیں کرتے ،لیکن ایسے خفیہ طریقے سے اسلام پر اعتراضات کرتے ہیں کہ سادہ لوح مسلمان اس کو نہ سمجھ سکے اور معاشرے کے راسخ العقیدہ مسلمانوں کے غیظ وغضب سے بچ جائے ۔ایک کالم نگار جو کہ سیکولرزم کی حمایت میں لکھ رہا تھا ایک جگہ یوں لکھ رہا ہے''بیشک اسلام سے کسی کو خوف نہیں ہونا چاہیے لیکن اسلام اپنے صحیح روح میں معاشرے کے سامنے پیش ہونا چاہیے''۔یعنی کل اگر کوئی کہے کہ آپ اسلام پر اعتراضات کررہے ہیں تو مختصراً یہ جامع مانع جواب دیا جائیگا کہ ہم اسلام پر اعتراض نہیں کرتے بلکہ اسلام کو غلط شکل میں پیش کرنے پر معترض ہیں۔

ذیل کے سطور میں ہم ان تاویلات کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن وحدیث کے ان صریح احکامات کو ذکر کرینگے ،جن کی رو سے دولت اور حکومت کے نظام کو اسلامی احکامات کے مطابق چلانا لازم ہے اور اس سے سرِمو اختلاف کی گنجائش نہیں ہے۔

مدینہ منورہ میں ایک دفعہ ایک یہودی اور ایک منافق کا جو اپنے آپ کو مسلمان کہہ رہا تھا، کسی مسئلہ پر تنازعہ ہوا اور یہودی کہہ رہا تھا کہ اس مسئلے کا تصفیہ محمد (ﷺ) سے کرائینگے ،لیکن وہ منافق کہہ رہا تھا کہ اس کا فیصلہ کعب بن اشرف یہودی سے ہونا چاہیے، آخر کار بحث وتمحیص کے بعد وہ حضور ﷺ کے پاس چلے گئے ،حضور ﷺ نے فیصلہ یہودی کے حق میں اور نام نہاد مسلمان کے خلاف کیا۔وہ منافق اس پر راضی نہیں ہوا اور یہودی سے کہا کہ یہ فیصلہ دوبارہ حضرت عمر رضی اللہ سے کرواتے ہیں۔منافق یہ سوچ کر حضرت عمر رضی اللہ کے پاس گیا کہ وہ کفار کے بارے میں سخت رویہ رکھتے ہیں لہٰذا وہ میرے حق میں فیصلہ دے گا۔لیکن عمرؓ نے جب دونوں کی باتیں سنیں تو کہا کہ صبر کرو اور گھر سے تلوار لیکر آیا اور منافق کا سر قلم کیا۔

اس واقعہ سے یہ بات صراحتاً معلوم ہوتی ہے کہ آپس کے تنازعات کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں حل کرنا لازمی ہے، ورنہ عمرؓ پر نعوذ باللہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ انہوں نے ایک بے گناہ مسلمان کو قتل کیا۔اسی واقعہ کی طرف قرآن کریم کی اس آیتِ کریمہ میں اشارہ ہے ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَن يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَن يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا﴾ ترجمہ:''کیا تم نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ جو (کتاب) تم پر نازل ہوئی اور جو (کتابیں) تم سے پہلے نازل ہوئیں اُن سب پر ایمان رکھتے ہیں اور چاہتے یہ ہیں کہ اپنا مقدمہ ایک سرکش کے پاس لیجا کر فیصلہ کرائیں حالانکہ اُن کو حکم دیا گیا تھا کہ اُس سے اعتقاد نہ رکھیں اور شیطان (تو یہ) چاہتا ہے کہ اُن کو بہکا کر رستے سے دُور ڈال دے''۔

اسی طرح ایک دوسری آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ ترجمہ:''تمہارے رب کی قسم! یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کردو اُس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اُس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے''۔اس آیت

کریمہ میں واضح کیا گیا ہے کہ آپس میں پیش آنے والے تنازعات میں نبی کریم ﷺ کو فیصلہ سونپا جائیگا، یعنی تنازعات کا حل اسلامی اصولوں کے مطابق ہوگا۔ اب سوچنا چاہیے کہ قرآن تو یہ کہتا ہے کہ تمہاری عدالتیں اسلامی احکامات کی پابند ہوں، جبکہ سیکولرزم کہتا ہے اسلام انسان کا انفرادی معاملہ ہے، عدالت کو اسلام کا پابند نہیں بنایا جاسکتا۔

اوپر سیکولرزم کی جو تعریف ذکر کی گئی ہے اسکی رو سے ہر فرد کو اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنی مذہبی احکامات کو بجالائے لیکن اجتماعی احکام اس کے مذہب کے مطابق نہیں ہوسکتے، لہٰذا اگر کوئی شخص ڈاڑھی رکھتا ہے، روزہ رکھتا ہے، نماز پڑھتا ہے، حج ادا کرتا، صدقہ خیرات دیتا ہے تو اس کی سیکولرزم میں اجازت ہے اسی طرح دیگر مذاہب کے لوگوں کو بھی اپنے اپنے مذہبی امور کی ادائیگی کا اختیار ہوگا۔ سیکولرزم کی اس تعریف کو عربی میں فصل الدین عن السیاسۃ کہتے ہیں یعنی دین اور مذہب کو سیاست سے جدا کرنا۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ سیکولرزم میں صرف اس پر اکتفا نہیں ہے کہ اجتماعی امور اور سیاست سے مذہب بے دخل ہو بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ ضروری ہے کہ انسان اپنی انفرادی زندگی بھی مذہب سے دور رہ کر گزاریں تب وہ جا کر صحیح سیکولر بنتا ہے، یعنی فصل الدین عن الحیاۃ ہو، زندگی سے ہی دین کو جدا کیا جائے۔

بعض علماء کرام تو یہ فرماتے ہیں کہ اسلام میں اجتماعی اور انفرادی کی تقسیم ہی سرے سے غلط ہے، کیونکہ ایک امر اگر ایک اعتبار سے انفرادی ہے تو دوسری حیثیت سے وہ اجتماعی ہے، مثلاً امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا تعلق ہر فرد سے بھی ہے اور اس کا تعلق معاشرے اور ریاست سے بھی ہے۔ اسی طرح جہاد جس کے لئے تیاری ایک طرف حکومت وقت کی ذمہ داری ہے تو دوسری طرف یہ ہر مسلمان کی انفرادی ذمہ داری بھی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ وہ حضرات جو سیکولرزم کے داعی ہیں اور ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ اسلام اور سیکولرزم میں تضاد اور تقابل نہیں بلکہ دونوں میں ترادف اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے، ان سے سوال یہ ہے کہ بیشمار ایسے احکام ہیں جو اجتماعی ہیں مگر اس میں اسلام کے قوانین پر عمل کرنا لازمی ہے، مثلاً حدود وقصاص کے مسائل، حدود وقصاص میں اسلام نے جو سزائیں مقرر کی ہیں، اس میں کسی تغییر وتبدیلی کی گنجائش نہیں ہے، یہ سیکولر حضرات اس موقع پر کیا موقف اپنائیں گے؟ کیا اسلام پر عمل کرکے حدود وقصاص کو نافذ کریں گے؟ یا سیکولرزم کو اپنا کر حدود وقصاص کو معطل کرکے چھوڑ دیا جائے؟ اسلام میں زنا کی سزا شادی شدہ مرد وزن کے لیے رجم جبکہ غیر شادی شدہ زانی کے لیے سو (۱۰۰) کوڑے مقرر ہیں، اب سیکولرزم کہتا ہے کہ یہ ان کا انفرادی معاملہ ہے اس بارے میں حکومت کو مداخلت نہیں کرنا چاہیے۔ قصاص کے بارے میں قرآن کریم کا ارشاد ہے "ولکم فی القصاص حیوۃ یااولی الباب" (سورہ بقرہ) جبکہ کوڑوں کے بارے میں سورہ النور میں ارشاد ہے "فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ" یعنی زانی اور زانیہ میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے مارو۔ اسی طرح شراب کے بارے میں صحابہ کرام، ائمہ مجتہدین اور تمام امت کا یہ فیصلہ ہے کہ شرابی کو اسّی (۸۰) کوڑے مارے جائینگے۔ لیکن سیکولرزم کہتا ہے کہ نہیں، یہ انسان کا ذاتی معاملہ ہے اور اس میں حکومت کو مداخلت کی اجازت نہیں ہے۔

ترکی، سیکولرزم اور اسلام

ترکی کئی صدیوں تک خلافت عثمانیہ کا مرکز اور امت مسلمہ کے اتحاد واتفاق کی علامت رہنے کے بعد کفر کے عالمی اماموں اور اسلام کے نام نہاد دعویداروں کے ہاتھوں تقریباً ایک صدی قبل اسلام اور مسلمانوں سے اتنا ہی دور چلا گیا جتنا کہ وہ اسلام کے قریب تھا۔ ۲۹ اکتوبر ۱۹۲۳ء کو ترکی کی اسمبلی نے اسے ایک جمہوری ملک قرار دیا اور ۳ مارچ ۱۹۲۴ء کو خلافت اسلامیہ کا خاتمہ کیا گیا۔ اسی موقع پر خلافت اسلامیہ کے عظیم داعی علامہ محمد اقبالؒ نے دل کے آنسو یوں بہائے ہیں ؎

چاک کردی ترک ناداں نے خلافت کی قبا
سادگی اپنوں کی دیکھ غیروں کی اغیاری بھی دیکھ

عثمانی خاندان کے تمام افراد کو ملک بدر کیا اور اسلام دشمن انسان مصطفیٰ کمال اتاترک کو ملک کا جمہوری صدر منتخب کیا گیا۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کے مطابق ابتداء میں آئین میں یہ بات درج تھی کہ اسلام ملک کا ریاستی مذہب ہوگا، لیکن پھر ۱۹۲۸ء کو آئین سے یہ حصہ حذف کیا گیا اور ملک کو مکمل طور پر اسلام سے جدا کرکے اسے ایک سیکولر ملک بنادیا گیا۔ اس وقت سے اسلام ترکی میں اجنبی بن گیا، اسلامی شعائر اور اسلامی اقدار پر قدغن لگا کر ملک سے اسلام کا جنازہ نکالنے کا سامان پیدا کیا گیا۔

برقعہ پر پابندی لگ گئی، اسلامی تعلیم پر پابندی لگ گئی اور خواتین کو گھروں سے نکال کر عوامی مقامات تک پہنچانے کی کامیاب کوششیں ہوئیں، ۱۹۳۸ء میں کمال اتاترک مر گیا، جس مکان میں وہ مرا تھا وہ آج بھی موجود ہے، ہمارے ایک استاد محترم جب ترکی کے سفر پر تھے تو اس جگہ سے بھی گزرے تھے، ان کے میزبانوں کے بقول جس وقت کمال مر رہا تھا تو اس مکان سے بیل کی آواز جیسے آوازیں نکل رہی تھیں۔

بہر حال مصطفیٰ کمال کے بعد ترکی میں اس کی پالیسیاں جوں کی توں جاری رہی، اور ترکی اسلام سے بالکلیہ بیگانہ رہا، ایک مشہور پاکستانی مصنف محترم نسیم حجازی صاحب مرحوم نے اپنے سفرنامے "پاکستان سے دیار حرم تک" میں ترکی کے اس وقت کی حالت کا تذکرہ کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ ایک قبرستان میں قبروں پر کچھ عربی عبارات لکھی ہوئی تھیں، میں وہ پڑھنے لگا تو میرے میزبان نے مجھ سے پوچھا کہ کیا آپ اسے پڑھ سکتے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ ہمارے ملک کا کوئی بھی معمولی تعلیم

یافتہ شخص اسے پڑھ سکتا ہے، وہ کہتے ہیں کہ میرے رہبر کی آنکھوں سے آنسوں جاری ہوگئیں۔ کیونکہ ترکیوں کے لیے عربی زبان اتنی ہی اجنبی بنادی گئی تھی جتنا کہ ایک پاکستانی کے لیے افریقی زبان اجنبی ہے۔ اس مکروہ فعل کے پیچھے یہ مقصد تھا کہ ترکی کے مسلمانوں کے ان کی ماضی سے ناآشنا کردیا جائے، تاکہ ترکی کے مسلمانوں کو اسلامی تاریخ اور مسلمانوں کی عظیم ماضی سے کچھ خبر نہ ہو اور ایک ایسی نسل وجود میں آئیں جو کسی بھی طرح سے اسلامی معلوم نہ ہو۔

مصطفیٰ کمال کے دور میں ترکی میں اسلام دشمن پالیسیاں مسلسل اور تیزی کیساتھ بنتی رہی، خلافت کا خاتمہ ہو چکا تھا، ترکی زبان کے صدیوں سے استعمال ہونے والا عربی رسم الخط تبدیل کیا گیا، اس کے بجائے لاطینی رسم الخط کو رائج کیا گیا اور سبب یہ بیان کیا گیا کہ اسے سمجھنا آسان ہے۔ اولاً تو یہ منطق بھی کمزور ہے کہ عربی رسم الخط سمجھنا مشکل تھا اور لاطینی رسم الخط سے آسانی پیدا ہوئی، کیونکہ جو رسم الخط صدیوں سے چلا آرہا تھا وہ کس طرح مشکل ہوسکتی ہے اور اس کی جگہ ایک نیا رسم الخط جو کہ معاشرے میں بالکل ناآشنا تھا، کیونکر آسان ہوسکتی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس پوری کاروائی کے پیچھے یہ مذموم مقصد کارفرما تھا کہ مسلمانوں کو ان کی ماضی سے اجنبی بنایا جائے، قرآن وحدیث، عربی زبان اور اسلامی علوم پر مشتمل وہ ذخیرۂ کتب جو عربی زبان میں موجود تھا اس سے استفادہ اور اسے سمجھنا ترکی کے مسلمان کے لئے ایک سعی لاحاصل کی صورت اختیار کرگیا۔ کیونکہ جو قوم اپنی مذہبی زبان سے ہی بے خبر ہوان کے لئے اپنے مذہب اور دین پر عمل کرنا کیسے ممکن ہوسکتا۔

عرب ممالک میں بھی عربی زبان کیساتھ ایسا ہی کیا گیا، استعماری دور میں عیسائی مستشرقین نے عربی زبان کو خصوصی طور پر تختۂ مشق بنایا۔ آج جزیرۂ عرب میں عوام الناس کے لئے فصیح عربی زبان بولنا، سمجھنا، قرآن پاک یا احادیث مبارکہ کو سمجھنا تقریباً ناممکن رہا ہے۔ اس بات سے مفر نہیں کہ مرورِ زمان سے زبان پر اثرات پڑتے ہیں لیکن یہاں تو فصیح عربی کا خلیہ ہی بگاڑ کر رکھ دیا گیا۔ اور بالکل ایک نئی زبان نے عربی کی جگہ لی ہے۔

بحر اسود کے کنارے واقع ترکی کا ایک تاریخی قلعہ

وہ مکان جس میں اسلام دشمن مصطفیٰ کمال دفن ہے

الغرض ترکی خلافت اسلامیہ کے سقوط سے لیکر بیسویں صدی کے اختتام تک اسی نہج پر چل رہا تھا جس طرز پر لادین کمال اتاترک اسے چھوڑ کر گیا تھا۔ اس دوران مختلف اشخاص کی حکومتیں آتی رہی جو کہ جمہوری نظام حکومت کے تحت چل رہی تھی لیکن بہرحال کسی حاکم میں بھی کوئی نمایاں بات نہیں تھی جو اسے ایک اسلام پسند یا مسلمانوں کا خیرخواہ ثابت کرتی۔ چاہے وہ عدنان مندریس ہو یا کوئی اور، جمہوری طریقے سے منتخب تھا یا کوئی فوجی آمر بہرحال اسلام بیزاری سے زیادہ اسلام دشمن پالیسیاں جاری تھی

معاصر ترکی

موجودہ دور میں ترکی اقوام عالم میں ایک نمایاں مقام رکھتا ہے اور دنیا کے بہت سارے لوگ ترکی میں دلچسپی رکھتے ہیں، موجودہ ترکی میں سیکولر مصطفیٰ کمال کی پالیسیوں میں کسی حدتک تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ یہ تبدیلی کس حدتک ہے؟ میں اگر اپنے الفاظ میں اسے تعبیر کرنا چاہوں تو میں یوں کہہ سکتا ہوں کہ ترکی میں جاری اسلام دشمنی اب اسلام بیزاری میں تبدیل ہوچکی ہے۔ یعنی اگر پہلے اسلام پر عمل کرنے اور اسلامی طرز پر زندگی گزارنے پر پابندی تھی تو اب مسلمانوں کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اگر داڑھی رکھنا چاہے یا وہاں کی خواتین حجاب اوڑھنا چاہے تو اب اس بات کی اجازت ہے۔ اور اسلام بیزاری یہ ہے کہ اسلام احکامات پر عمل کرنا ترک قانون وریاست کی جانب سے ضروری نہیں ہے۔

بعض حضرات ان تبدیلیوں کو یوں تعبیر کرتے ہیں کہ ترکی میں پہلے اسلام دشمنی تھی جبکہ سیکولرزم میں اسلام دشمنی نہیں لیکن اسلام سے آزادی کی گنجائش موجود ہے لہٰذا یوں کہا جاسکتا ہے کہ گویا اب حقیقی سیکولرزم رائج ہوئی ہے۔ یعنی ہر ایک کو یہ اختیار ہے کہ چاہے وہ کافر ہے یا مسلمان، نیک کام کرتا ہے یا بد، ریاست اور حکومت اس میں دخل انداز نہیں ہوگی۔ (جاری ہے)

سیکولرزم کو شکستِ فاش

جناب عبدالرب صاحب

۲۰۱۳ء کے عمومی انتخابات میں سیکولر جماعتوں اے این پی، پاکستان پیپلز پارٹی کو کھلی شکست ہوگئی، اے این پی کو تو قومی اسمبلی میں ایک سیٹ ہی نصیب ہوئی، جبکہ صوبائی اسمبلی میں انہیں ۵ سے زیادہ سیٹیں نہیں ملی ہیں۔ اس شکستِ فاش کے بارے میں تجزیہ کار مختلف آراء پیش کرتے ہیں، اکثریت مبصرین کی یہ کہتی نظر آرہی ہے کہ چونکہ انہیں انتخابی کمپین چلانے کا صحیح موقع نہیں ملا تھا لہذا یہ ان کی شکست کا ایک اہم فیکٹر تھا، جبکہ بعض دیگر کی رائے یہ ہے کہ چونکہ تحریک انصاف نے نوجوانوں کو گھروں سے نکال کر پولنگ بوتھ تک لائے اس وجہ سے اے این پی کا ووٹ بینک متاثر ہوا۔

مذکورہ بالا تجزیے اپنی جگہ لیکن جو سب سے اہم اور بنیادی سبب تھا اس کی طرف یا تو تجزیہ کار اور مبصر کا ذہن متوجہ نہیں ہو رہا یا پھر سب تجزیات منصوبہ بندی کے تحت پیش کیے جا رہے ہیں۔ ہمارے ذہن میں اے این پی اور پاکستان پیپلز پارٹی کی شکست کی بنیادی وجہ ان کی اسلام دشمنی تھی۔ کیونکہ پاکستانی عوام میں اسلام کی جڑیں اتنی مضبوط ہیں کہ جسے ہلانا یا مسلمانان پاکستان کو اسلام سے جدا کر کے کسی اور ازم کی طرف لیجانا اگر ممتنعات میں سے نہیں تو اس کے قریب ضرور ہے، کیونکہ انہوں نے ہر دور میں اسلام کے مقابل کھڑے ہونے والے دیگر بتوں کا یکسر انکار کیا ہے۔

گزشتہ پانچ سال میں اے این پی اور پاکستان پیپلز پارٹی کی اسلام دشمنی پوری دنیا کے سامنے واضح ہوگئی اور سادہ لوح عوام یہ سمجھ بیٹھے کہ پختون، پختون اور روٹی کپڑا اور مکان کا نعرہ اپنے اندر دبیز پردوں میں چھپا ہوا پختون دشمن، اسلام دشمن اور کفر دوستی کا مکروہ مقصد لیے ہوئے تھا۔ اے این پی کی اسلام دشمنی تو صوبہ خیبر پختونخوا میں ہر کس و ناکس جانتا ہے، جب سوویت یونین کے سرخ ریچھ نے افغانستان کے مظلوم مسلمانوں پر چڑائی کی تو اس وقت انہوں نے روس کی حمایت میں کمر کس لی، اور روسی جارحیت کو مضبوط کرنے اور اسے سہارہ دینے کے لیے پاکستانی علاقوں میں تخریب کاری اور فساد کا دھندہ شروع کیا۔ عوامی مقامات، بسوں اور دیگر جگہوں پر بے گناہ مسلمانوں کو نشانہ بناتے رہے، ریموٹ کنٹرول بم کا کلچر انہوں نے ہی متعارف کروایا تھا۔

وقت گزرنے کیساتھ ساتھ عوام کے اذھان سے یہ باتیں نکل گئی اور اے این پی کو خیبر پختونخوا میں اکثریت ملی لیکن اس ہندونواز پارٹی نے اپنے ان پانچ سالوں کو امریکہ نوازی کے لیے وقف کیا، جیسے ہی حکومت بنی، اسی وقت اسفندیار کے ساتھ امریکیوں کے روابط بڑھ گئے اور تربیلا ڈیم کے قریب واقع پاکستانی کمانڈوز کے کیمپ میں امریکی فوجوں کو بھی ایک عارضی اڈہ الاٹ کیا گیا۔ عارضی اڈے کا مطلب یہ تھا کہ اس کو وہ جن مقاصد کے لیے بھی استعمال کرتے اس کی اجازت تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ۲۰۱۱ء میں اسامہ بن لادن رحمہ اللہ کے قتل کے لیے بھی امریکی کمانڈوز یہاں سے چلے تھے۔

وقتاً فوقتاً امریکی مفادات کی خاطر پختون علاقوں میں فوجی آپریشن کیے تاکہ ان کے عالمی آقا راضی ہوجائیں، ہزاروں بے گناہ پختونوں کو صرف امریکی مرضی کے لیے قتل کیا، لاکھوں مسلمان صرف اس وجہ سے بے گھر ہوئیں کہ عوامی نیشنل پارٹی کا ڈالر بند نہ ہوجائے۔

یہی حالت مرکز میں بیٹھی پیپلز پارٹی کی حکومت کی بھی تھی، انہوں نے ملکی سطح پر فوج کو کھلی چھوٹ دی تھی جو کسی بھی اسلام پسند اور جہادی شخصیت کو اُٹھا کر غائب کر دیتی لیکن حکومت نے پانچ سال تک اس پر چپ سادھ لی تھی۔ بلوچستان کے ہزاروں مسلمانوں کو خفیہ اداروں نے اپنے عقوبت خانوں میں شہید کیا، ان کے چہروں پر تیزاب ڈال کر سڑکوں پر پھینکا، لیکن مجال ہے کہ حکمرانان وقت کی زباں سے ان بیچاروں کے بارے میں ایک لفظ بھی نکلتا۔

حالیہ انتخابات میں اگر خیبر پختونخوا میں تحریک انصاف کو اکثریت ملی ہے تو اس کی صرف یہ وجہ ہوسکتی ہے کہ وہ ڈرون حملوں کی مخالفت اور امریکی اتحاد سے جدائی کا منشور لیے ہوئے تھا، یہ بات امکان یہی ہے کہ صرف ووٹ کے حصول کے لیے ہی استعمال کی گئی ہو لیکن بہر حال عوام چونکہ اسلام پسند اور امریکہ دشمن سوچ رکھتے ہیں لہذا انہوں نے اپنا ووٹ بظاہر امریکہ مخالف پارٹی کو دیا۔

اسلام کا نعرہ اگر چہ کچھ دیگر جماعتیں بھی لگاتی رہیں لیکن چونکہ عوام انہیں سابقہ دور میں آزما چکے تھے، اور انکی اسلام کے لیے کوششیں انکو معلوم تھی، جنکی اکثریت جو کہ پہلے اپنا بسر اوقات ہی بمشکل کرتے تھے، اب اگر ارب پتی نہیں ہیں تو کروڑ پتی ضرور ہیں اور رہا اسلام تو اسلام کا اللہ ہی مالک و حافظ ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اب کی بار انہیں سخت منہ کی کھانی پڑی اور عوام کو مذہب کے نام پر ورغلانے میں ناکام رہے۔

بہر حال خلاصہ یہ ہے کہ خیبر پختونخوا میں اسلام دشمن اور امریکی پٹھوؤں کو تاریخی شکست ہوئی جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہاں کے عوام اب بھی اسلام کے علاوہ ہر ازم کو غلط سمجھتے ہیں اور اب بھی صرف اور صرف اسلام ہی کے شیدائی ہیں۔

ڈاکٹر ابو سیف صاحب

میں آئینی آدمی ہوں اور۔۔۔۔۔

میں آئینی آدمی ہوں ، میں آئین سے ہٹ کر کوئی بات نہیں کرتا ۔ میں آئین کی پاسداری کرتا ہوں میں آئین کے حدود میں رہتے ہوئیں اپنا احتجاج ریکارڈ کراونگا آئین سب سے بالا دست ہے۔

آئین کو نہ ماننے والا باغی ہے ۔ یہ وہ جملے ہیں جو گذشتہ چند سالوں سے پاکستانی سیاستدانوں اور دانشوروں کی زبان زد عام ہیں انہی الفاظ کے ذریعے پاکستانی قوم کو اس کی اہمیت کا احساس دلایا جاتا ہے کہ آئین کیا چیز ہے ۔ میرے نزدیک آئین دو طرح کے ہیں ایک وہ جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو زندگی گزارنے کے لئے انبیاءؑ کے ذریعے اپنا پیغام مخلوق تک پہنچایا کہ زندگی اس قواعد وضوابط کے مطابق گذارو۔ یہ سلسلہ سارے انبیاءؑ سے چلتا ہوا محمد ﷺ تک پہنچا۔ ہر نبیؑ نے آفاقی آئین دیا اور آفاقی آئین کے مقابلے میں ہر دور میں چند انسانوں کا تخلیق کیا ہوا آئین بھی بنتا رہا۔

دوسرا وہ آئین ہے جو چند افراد مل کر اپنے مفادات اور خواہشات کی تکمیل کے لئے جو قواعد وضوابط طے کرتے ہیں اس کو آئین کہتے ہیں ۔ ان دو آئینوں میں واضح فرق موجود ہے کہ ایک اللہ کا دیا ہوا قانون اور دوسرا بندوں کا بنایا ہوا قانون ہے ۔ جیسے دنیا میں مختلف کمپنیاں اپنے پروڈکٹ تیار کرتی ہیں ۔ ہر پروڈکٹ کے ساتھ ایک کتابچہ بھی موجود ہوتا ہے جس پر ہدایت درج ہوتے ہیں کہ اس چیز کا طریقہ استعمال یہ ہے ۔ یہ مشین ایک سال تک چل سکتی ہے مگر اس کو استعمال کمپنی کے بنائے ہوئے قواعد وضوابط کے مطابق کرنا ہوگا ورنہ کمپنی ذمہ دار نہیں ہوگی ۔ یہ ایک مشین کا معاملہ تھا لیکن خالق کائنات نے جس نے سارے مخلوق کو پیدا کیا اس نے بھی ایک آئین ساتھ دیا کہ انسان اشرف المخلوقات کہلائیں گے اور باقی مخلوق کی کہاں کہاں اور کس طرح رہنا ہے اور زندہ رہنے کے لئے خوراک کا انتظام کیا کرنا ہے سب اس کے ذہن میں ڈال دیا کہ پرندہ اڑنے کے قابل ہوا تو اپنے دانے دنکے کیلئے صبح سے شام تک جدوجہد کرے گا اور درندے اپنے شکار کے لئے نکلے گے اور اشرف المخلوقات کو ایک آئین دے دیا کہ تم نے کس طرح زندگی گزارنی ہے ۔ اگر انسانوں نے اللہ کے دے ہوئے آئین کے مطابق زندگی بسر کی تو دنیا اور آخرت میں کامیاب ہونگے اور اگر آفاقی آئین کی خلاف ورزی کی تو دو جہانوں میں ذلیل اور رسوا ہونگے ۔ انسانوں کا بنایا ہوا آئین اللہ کے دئے ہوئے آئین کے سامنے کیا حیثیت رکھتا ہے ، ہاں اس کے لئے جس کا رب کائنات پر یقین نہ ہو، محمد ﷺ رہبر ورہنما نہ ہو، قرآن دستور نہ ہو تو پھر ایسے شخص کے لئے چنگیز خان کا دیا ہوا آئین یاسق ہو، یا برطانیہ کا دیا ہوا 1935 کا آئین ہو، یا بھٹو کا دیا ہوا 1973 کا آئین سب ہی مقدس ومعتبر ہیں۔

پاکستان بننے کے بعد نظم ونسق چلانے کے لئے 1935 کے آئین کو نافذ العمل قرار دیا گیا۔ جیسے ایم کیو ایم کے رہنما الطاف حسین نے گذشتہ دنوں میں یہ انکشاف کیا تھا کہ قائد اعظم اور دیگر سربراہ مملکت 1956 تک جارج ششم اور الزبتھ کے ساتھ وفاداری کا حلف اٹھاتے رہے ۔ آج بھی مسلمانوں نے مغرب و امریکہ کی وفاداری کا حلف اٹھایا ہوا ہے فرق اتنا ہے کہ 1956 تک برطانیہ کا آئین من وعن چلتا تھا جسکے بعد حکمرانوں نے وقتاً فوقتاً اپنے مفادات کو مدنظر رکھتے ہوئے شقیں شامل کرتے رہے، اور انگریز کی غلامی کا حلف کبھی خاکی وردی اور بڑے بوٹوں والوں نے اور کبھی سفید کپڑوں اور کالے اچکن یا ٹائی کوٹ میں ملبوس مختلف چہروں نے اٹھایا اور اُنکی دی ہوئی پالیسیوں کو فروغ دیا قوم کو اسلام کا نعرہ دے کر ورغلانے والے کل بھی انگریز کے وفادار تھے اور آج بھی اس کی مرضی کا آئین بنا کر اسکی وفاداری نبا رہے ہیں۔

1973 آئین کے شروع میں لکھ دیا کہ نظریہ پاکستان کا اصل سرچشمہ تو اسلام ہے جو ایک مکمل نظام حیات ہے اقتدار اعلیٰ کا حامل اللہ کی ذات ہے اور تمام سیاسی اختیارات کا استعمال اللہ کے احکامات کے مطابق کیا جائیگا۔ اس کے ساتھ ساتھ نظریہ پاکستان کی سیاسی فکر کا ایک ماخذ قائد اعظم کے ارشادات ہیں جنہیں قومی مقاصد کے تعین کے لئے مستند خیال کیا جاتا ہے ۔ آئین کے اس ابتدائی حصے میں ہی تضاد صاف نظر آرہا ہے۔

کہ اللہ کے احکامات کے مطابق چلیں گے اور جہاں مشکل ہوگی وہاں قائد اعظم کے احکامات کو بڑی اہمیت حاصل ہوگی۔

اب اللہ کا حکم ہے سود حرام ہے سود اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ جنگ ہے مگر پاکستان کا آئین ہمیں اسے حرام قرار دینے کی اجازت نہیں دیتا لہذا آئین پاکستان کے مطابق سود جائز ہوگیا۔

اب کوئی آدمی سود کے خلاف بات نہیں کرسکتا کچھ عرصہ پہلے پیپلز پارٹی کی ایک بد بخت خاتون ممبر اسمبلی فوزیہ وہاب نے کہا کہ حضرت عمرؓ کے پاس کوئی متفقہ آئین نہیں تھا اور صدر زرداری کے پاس تو مقدس آئین موجود ہے یہ وہ آئین ہے جسمیں شراب کے پرمٹ مل سکتے ہیں زنا کے اڈے چل سکتے ہیں۔

لوٹ مار سرکاری سرپرستی میں کی جاسکتی ہے رشوت کا بازار گرم ہوسکتا ہے قومی دولت لوٹنے والے چوروں کو یہ آئین استثناء فراہم کرسکتا ہے اس متفقہ آئین کو نہ ماننے والوں کو باغی قرار دیا جاتا ہے۔

ان کے جسموں کو گولیوں سے چھلنی کر دیا جاہے انکی لاشیں جلادی جاتی ہیں الیکٹرانک میڈیا کے اینکر پرسن اس آئین کی پیروی کی تبلیغ کرتے ہیں ایک ٹاک شو پروگرام میں

اے این پی کے سینٹرزاہد خان سے صحافی نے طالبان سے مذاکرات کے حوالے سے سوال کیااورطالبان کے مطالبات کے حوالے سے پوچھا کہ یہ جوان کے مطالبات ہیں اس پرآپ کیا کہتے ہیں تو اس نے کہا کہ مذاکرات تو ہونے چاہئے لیکن ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ ہمارا آئین ان مطالبات کی اجازت دیتا ہے یانہیں دیتا۔

توپاکستان کی ان دینی جماعتوں کو سوچنا ہوگا کہ آیا وہ اس آئین کے دائرہ کارمیں رہتے ہوئے اگرعوام انہیں حق حکمرانی دیں تو وہ مکمل شریعت کا نفاذ کرسکتے ہیں آئین تومکمل شریعت کی اجازت نہیں دیتا بلکہ ان چیزوں کی اجازت دیتا ہیں جس سے امریکہ اور یورپ ناراض نہ ہوجائے پاکستان کے آئین میں جس طرح ابتدائیہ میں لکھ دیا کہ ہمارا آئین مکمل اسلامی ہوگا اور یہ ملک اسلامی جمہوریہ پاکستان ہوگا پیپلز پارٹی کا ایک بانی کارکن جو بعد میں تحریک انصاف میں کچھ عرصہ رہا معراج محمد ایک انٹرویو میں کہتا ہے کہ میں نے بھٹو سے اس بات پر بہت احتجاج کیا کہ پاکستان ایک اسلامی جمہوری ملک ہوگا اور ہمارا آئین اسلام کے عین مطابق ہوگا کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ مذہب اور سیاست کو کیوں ملاتے ہوں ہم جمہوری لوگ ہیں اور مذہب کے ساتھ ہر بندے کا ایک اپنا تعلق ہے۔

لہذا سیاست کو مذہب سے الگ ہی رہنے دو تو بھٹو نے کہا کہ تم کیوں ناراض ہوتے ہو بات کو سمجھو، مولویوں کے منہ بند کرنے کے لئے ان الفاظ کو آئین کا حصہ بنایا ہے گویا اس ملک کے عوام سے تحریک پاکستان سے لیکر آج تک دھوکہ ہی کیا جارہا۔ پہلے پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ کی بنیاد پر تحریک چلائی گئی پھر علیحدگی کے بعد برطانیہ کا فرسودہ آئین نافذ کردیا گیا پھر اس میں ردوبدل کرتے کرتے 1973 میں ایک آئین بنایا گیا جس میں قوم کو دھوکہ دیا گیا کہ یہ آئین مکمل اسلامی آئین ہے اس آئین کے مطابق اللہ کی حاکمیت قائم ہوجائی گی۔ زرداریوں، کیانیوں، اور گیلانیوں کے حاکمیت تو قائم ہیں مگر اللہ کی حاکمیت الفاظ میں قائم ہے۔

اس آئین کی محافظ افواج پاکستان ہیں جن کا ماٹو بہت ہی خوبصورت اور جامع الفاظ میں لکھا ہے ''ایمان تقویٰ جہاد فی سبیل اللہ'' ان کا جہاد اسلام کے نام لیواؤں کے خلاف جاری ہے۔ ہندوستان کے مسلمانوں کو ہر طرح کی مذہبی آزادی حاصل ہے وہ نماز روزہ حج ہر عبادت اپنے مرضی سے کرتے ہیں البتہ ہندوستان میں مسلمانوں کو گائے کی قربانی کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

آئین پاکستان نے مسلمانوں پر آئین کے ذریعے احسان عظیم کیا کہ پاکستان کے مسلمان گائے کی قربانی بھی کرسکتے ہیں اور عام طور پر بھی گائے کا گوشت کھا سکتے ہیں۔ لہذا آئین کے حدود میں رہتے ہوئے گائے کی قربانی اور گوشت جائز ہے۔

ننھا قیدی

آج کل کی مہذب دنیا میں ظلم اور وحشیت کے جونت نئے اقسام سامنے آرہے ہیں وہ انسانی مرتب تاریخ میں ملنا ایک ناممکن امر ہے، اگر ایک طرف مسلمان کفار کے مظالم سے تنگ آچکے ہیں تو دوسری طرف کچھ نام نہاد مسلمان بھی اسلام پسندوں پر جبر وتشدد کے باب میں نئے اضافے کے لئے سرتوڑ کوشش کررہے ہیں۔

اسلامی قوانین ہوں یا مغرب کے کفریہ قوانین کسی میں بھی اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ کسی بچے پر تشدد کیا جائے لیکن آپ کو پاکستانی فوج کا ایک انسانیت سوز واقعہ سناتے ہیں۔ مولانا ہجرت اللہ صاحب رحمہ اللہ افغانستان سے تعلق رکھنے والا ایک افغانی مجاہد تھا جو کہ خیبر ایجنسی میں مقیم تھا، اور تحریک طالبان حلقہ مہمند ایجنسی کے ساتھ بھی روابط رکھتا تھا، اس کو پاکستانی فوج نے ایک اور عالم دین مولانا عربستان صاحب جس کا تعلق مہمند ایجنسی کے علاقے ''میچنی'' سے تھا، کیساتھ پکڑا اور دونوں کو جیل میں ڈالا۔ ان دو علماء کے ساتھ ایک اور دہشت گرد بھی تھا جس کی عمر ابھی تک پانچ سال سے زائد نہ تھی، اسے بھی خفیہ اداروں نے کال کوٹھڑیوں میں ڈالا۔ ہاں! یہ مولانا ہجرت اللہ صاحب کا بیٹا تھا جو اپنے والد کے مجاہد ہونے کی سزا بھگت رہا تھا۔ یہ ننھا دہشت گر ۶ مہینے تک پاکستانی خفیہ اداروں کے کالی بھیڑیوں کے قید میں تھا۔ ان چھ مہینوں میں پاکستانی فوج اس سے ''دہشت گردی'' کے واقعات کے بارے میں تفتیش کرتی رہی۔ چھ مہینے بعد اسے رہا کیا گیا اور پھر کچھ عرصہ بعد پاکستانی فوج نے اس کے والد کو جیل میں شہید کیا اور اس کی لاش سڑک کے کنارے پھینک کر چلے گئے۔ پھر یہی بچہ تھا جس نے اپنے باپ کے تشدد زدہ لاش کو اپنے ننھے ہاتھوں سے اُٹھا کر دفن کیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

شکست کفار کو نفاذ شریعت لازم نہیں

مفتی ابو ہشام مسعود حفظہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ نصلی علی رسولہ الکریم !امابعد! محترم مسلمان بھائیو اور احیائے دین کیلئے برسرپیکار حضرات !اس احقر کے نزدیک یقیناً دلکش اور جاذب مضامین کو کھڑا کرنے کا نہیں ہے اور نہ ہی لوگوں پر اپنے قلم کا لوہا منوانے کا ہے اور نہ ڈینگے مار کر مبالغہ آمیز باتوں سے امت مسلمہ کو مسحور کر کے امیدوں کی دنیا میں سلانے کا ہے بلکہ اپنی تقریری اور تحریری قوت کو مخلص اہل بصیرت حضرات کی نگرانی میں ان امور پر خرچ کرنے کا ہے جن امور پر ہماری قربانیوں کا ثمرہ موقوف نظر آتا ہے۔ اللہ رب العزت ہماری دستگیری فرمائے آمین۔

اس سے قبل شمارہ میں نے اہل درد حضرات خاص نفاذ شریعت کے جد وجہد میں مصروف حضرات کی خدمت میں ایک عریضہ پیش کیا تھا۔ جس میں ''نفاذ شریعت'' کو تمام دینی شعبوں کے امتزاج عملی طور پر موقوف کر دیا تھا۔ اور اس مدعا کو اپنی استعداد کے مطابق دلائل سے ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔ مگر بعض حضرات کی جانب سے یہ بات اشارۃً محسوس ہونے لگی ''کہ شکست کفار کو نفاذ شریعت لازم ہے''

کہ امریکہ اور اس کے اتحادی جب بھاگ جائیں گے تو خود بخود شریعت کا نفاذ ہو جائے گا اگر چہ یہ خوش فہمی اخلاص پر مبنی ہے مگر چونکہ میں مسلمانوں کی قربانیوں کا ثمرہ اسی مدعا پر موقوف سمجھتا ہوں اور اب انشاء اللہ وتعالیٰ وہ وقت قریب آچکا ہے کہ ان قربانیوں کی آڑ میں پوشیدہ مدعا کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کیلئے رجال کار کی ضرورت پڑیگی لہٰذہ اس بات کو مختصراً پیش کرونگا کہ تمکین فی الارض مع اقامت دین کیلئے ایک ایسی جماعت کی ضرورت ہے۔ جس میں مختلف شعبوں کا تصور نہ ہو بلکہ جملہ صفات کے حامل ہوں میرے اس اجمال کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ حکومت اور اقتدار بذات خود مقصود نہیں ہے بلکہ اس کے ذریعے نفاذ شریعت کو اللہ رب العزت نے تمکین فی الارض کیلئے غاصب اور قابض دشمن کے خلاف برسرپیکار ہونا ضروری ہے تو الحمد للہ اس جابر و متکبر دشمن کے ہاتھوں سے اس مقدس دھرتی کو چھڑانے کیلئے جن قربانیوں کی ضرورت تھی، مجاہدین حضرات نے اس کا ایسا نمونہ پیش کیا۔ جس کے تصور سے خیر والوں کے بعد ماضی، حال، مستقبل تردد میں نظر آ رہا ہے۔ اور یقیناً تمکین فی الارض تصور سے حقیقت میں منتقل ہونے لگا ہے مگر خلافت شرعی اس تمکین فی الارض کو کہتے ہیں جو اقامت دین کے ساتھ ہو جس طرح کے حضرات شاہ صاحب اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں'' (الحج ۴) میں بطور شرط وجزا کے خلافت کے ایک جز (یعنی اقامت دین) کو دوسرے جز (تمکین) پر معلق کیا ہے۔ کیونکہ خلافت شرعی اس تمکین فی الارض کا نام ہے جو اقامت دین کیساتھ ہوگی اور خلافت راشدہ کے یہی معنی ہے۔

علامہ زحیلیؒ فرماتے ہیں فا لا نسان هو االخليفه في الارض لا قامة شرح لله ودينه وتطبيق احكا مه والير على منهجه ومن ذلك اقامة الحق والحكم بالعدل والقضاء بالقسط فالانسان هو المكلف في امضاء احكام الله تعالىٰ واوامره وكان آدم اوّل نبي الارض تبليغ شعرع لله والدعوة اليه۔

ترجمہ:۔ روئے زمین میں اللہ تعالیٰ کے دین کو قائم کرنے شرعی احکام کو نافذ کرنے اور شریعت کی نہج پر عمل کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے۔ انہی میں سے حق کو قائم کرنا عمل اور انصاف کیساتھ فیصلے اور حکم کرنا۔ پس انسان اللہ تعالیٰ کے اوامر کو عملی شکل دینے کا مکلّف ہے اور حضرت آدمؑ اللہ تعالیٰ کی شریعت کو پہنچانے اور اس کی طرف دعوت کیلئے روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کے پہلے نبی اور رسول علیہ السلام تھے۔

خلافت کی تعریف علامہ ضیاء الدین یوں بیان فرماتے ہیں۔

''فهذا التعريف يشمل ثلاثة عناصر (۱) ان الامة للخلافة عن النبوة (ب ج) ان مو ضوع هذه الخلافة حراسة الدين اوّلاً ثم سيا سة الدنيا ثانياً۔

خلافت کی تعریف تین عناصر پر مشتمل ہے (۱) امامت نبوت کی نیابت ہے (ب ج) اس خلافت کا موضوع اولاً دین کی حفاظت ہے اور ثانیاً دنیا کی سیاست ہے۔

یہاں مقاصد خلافت بیان کرنا مقصود نہیں مقصود یہ ہے جو یقیناً شکست کفار کو لازم ہے بلکہ مقصود تمکین فی الارض مع الارض مع اقامت دین ہے جو ایمان اور اعمال صالحہ کے بغیر ممکن نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وعد الذین۔۔۔۔۔۔۔الخ (سورہ نور ۵۵) وعدہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو تم میں ایمان لائے اور کیئے ہیں انہوں نے نیک کام۔ البتہ پیچھے حاکم کر دے گا ان کو ملک میں جیسا حاکم کیا تھا ان سے اگلوں کو اور جما دے گا ان کیلئے دین کے ان کا جو پسند کر دیا ان کے واسطے اور دے گا ان کو ان کے ڈر بدلے میں ان کو امن میری بندگی کریں گے شریک نہیں کریں گے۔

علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں '' هذاوعد الامة في ملك الارض كلها رحت كلمة اسلام ''یعنی آیت میں مذکورہ وعدہ تمام امت مسلمہ کیلئے عام ہے۔

لہٰذا میں پھر اپنے مدعا کی طرف لوٹتا ہوں کہ تمکین فی الارض مع اقامت یعنی خلافت شرعیہ کا قیام ایک ایسی جماعت کے ذریعے ممکن ہے جو اسلامی علم اور اخلاق حسنہ کیساتھ فرض ہو ایسی جماعت کی تربیت صرف سیاست شرعیہ جہاد و ہجرت کے ذریعہ ممکن نہیں اور نہ تمکین فی الارض صرف اور صرف علم الاحکام اور خلاق حسنہ کے ذریعے ممکن ہے بلکہ تمکین فی الارض کیلئے سیاست شرعیہ جہاد و ہجرت کی ضرورت پڑتی ہے۔

لہٰذا دشمن کو شکست کھاتا ہوا دیکھ کر مطمئن ہو کر خوش رہنا، خود کو دھوکہ دینے کے سوا کچھ نہیں اور اپنی مستقبل کو اسلام کے آڑ میں پہلے سے بھی زیادہ تاریک بنانے کے مترادف ہوگا۔ اس میں شک نہیں اقامت دین یعنی شرعی نظام کو نافذ کرنے کیلئے تمکن فی الارض اشد ضروری ہے کہ کفار و ملحدین کی شان و شوکت اور تسلط کی وجہ سے مسلمانوں کی زندگی کا معیار بھی کفر والحاد پر مبنی ہے یقیناً تمکین فی الارض کی طرف توجہ دینا اس امر کے حصول

کیلئے ساتھیوں کی تربیت کرنا وسائل جمع کرنا انتہائی ضروری ہے۔ مگر جس مقصد کیلئے تمکین فی الارض کی ضرورت ہے۔ اس سے چشم پوشی کرنا یا اس سے غفلت برتنا انتہائی خطرناک پہلو ہے علماء کرام نے لکھا ہے کہ خیر القرون کا طریقہ کار یہ تھا کہ اول اس ذمہ داری کو نبھانے کیلئے افراد تیار کیے جاتے ہیں پھر حکومت قائم کرنے کی کوشش کرتے۔

علماء کرام نے یہ بھی لکھا ہے کہ علماء نے جب معاشرے میں نظام کے بدلنے کی کوشش کی ہے تو رائج الوقت نظام کو ختم کرنے کے بعد حکومت کو چلانے کیلئے ان کے پاس کوئی دوسرا نظام موجود نہ ہوتا جو کہ رائج الوقت نظام کا نعم البدل ہو۔ نہ تو ان کے پاس ایسے افراد ہوتے جو وضعی نظام کو چلا سکے اور نہ ایسے لوگ ہوتے جو اس کے بدلے میں امت کو ایسا اسلامی نظام پیش کر سکیں جو اس وضعی اور لادینی نظاموں سے چھٹکارا دلا سکے۔ اور جس کی وجہ سے اسلامی معاشرہ زندگی کے تمام شعبوں میں اسلامی نظام کے ساتھ خود کفیل ہو جائے۔

لہٰذا بے انتہاء قربانیوں کے باوجود نظام شرعی قائم نہ ہو سکا۔ تو تمکین فی الارض کے بعد چلانے والوں کے نہ ہونے کی صورت میں یہ عین ممکن ہے کہ لوگوں کے ذہن سے اسلامی نظام کے قیام کا تصور تک ختم ہو جائے اور خلافت ایک ناممکن چیز سمجھنے لگیں جیسا کہ خیر والقرون کے بعد جب اسلامی دنیا کی واحد قیادت ختم ہوئی تو اس کے بعد اچھے خاصے لوگوں کے دل و دماغ سے خلافت اسلامیہ کے حصول کے مسودے مٹ گئے تو یہ ایک انتہائی نازک مرحلہ ہوتا ہے جس پر اسلامی نظام کی بقاو فنا موقوف ہوتا ہے اسی مرحلے کیساتھ اسلام اور مسلمانوں کی نیک نامی اور بدنامی وابسطہ ہوتی ہے لہٰذا صرف کفار کی شکست کیساتھ خلافت شرعیہ کو مشروط کرنا اور اس کے دوسرے پہلو یعنی ''شکستِ کفار کے بعد اسلامی نظام کا مکمل تیار مسودہ جو زندگی کے تمام دینی اور سیاسی پہلو شامل ہو اور اس نظام کو چلانے والے افراد مہیا کرتا'' کو نظرانداز کرنا یقیناً احیائے خلافت کے دو مقاصد سے انتہائی جہل کی علامت ہوگی کیونکہ اگر حاکم اور رعایا دونوں فاسد ہوں یعنی علم الاحکام اور اخلاق حسنہ سے محروم ہوں تو امام ماوردیؒ فرماتے ہیں'' جس حاکم سیرت اور اخلاق خراب نہ ہوں اور اس کی رعیت بھی فاسد ہوں تو آمر و مامور دونوں میں فساد جمع ہوگیا اور ظلم و زیادتی حاکم اور محکوم دونوں سے ظاہر ہوئی نہ تو یہ لوگ فساد سے روکتے ہیں اور نہ ان کی اصلاح کا کوئی باعث ہوتا ہے۔ لہٰذا امور مملکت سلامتی کے طریقے سے نکل جاتے ہیں اور استقامت کے قوانین سے زائل ہو جاتے ہیں اور اس ملک کیلئے پائیداری نہیں ہوتی۔ اور خلیفہ وحاکم کے مقابلے میں وہ شخص گھات میں رہتا ہے جو غلبے کا مالک ہو اور اس سے انتظام لے اور اس کی بیخ کنی کرے۔

شرین بابک کا قول ہے کہ مذکورہ اوصاف کا حامل خلیفہ اور رعیت دونوں حکومتوں کو ختم کرتے ہیں، فتنوں کا سبب ہوتے ہیں اور مصائب اور آفات کے داعی ہوتے ہیں۔

لہٰذا، مقتدا حضرات کی خدمت میں گزارش ہے کہ جس طرح کفار کی شکست کی طرف ہم متوجہ ہوئے ہیں، ہر ممکن حربہ استعمال کر رہے ہیں۔ اور یقیناً اسی محنت میں لگنا بھی چاہیے اور اشد ضروری ہے اور کافی حد تک الحمدللہ کامیابی بھی حاصل ہوئی ہے بلکہ یہ طاغوت بفضل اللہ عنقریب شکست فاش سے دوچار ہونے والا ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ جس نظام کا ہم مطالبہ کر رہے ہیں جس نظام کے حصول کیلئے ہزاروں اور لاکھوں جانوں کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں بستیوں کی بستیاں صفحہ ہستی سے مٹ رہی ہیں، چار سو آگ آگ کے شعلے نظر آ رہے ہیں اب اس نظام کے خارجی وجود اور اپنے اندر اس نظام کے چلانے کیلئے استعداد پیدا کرنے پر غور اور کوشش کریں کیونکہ ہمارے ان موجودہ حکمرانوں سے نفاذ شریعت کا مطالبہ کرنا جو کہ خلافت شرعیہ کے نام سے ناواقف ہیں اکثر سیکولر ذہنیت کے حامل ہیں، پیاسے سے پانی مانگنے کے مترادف ہے۔

حکمرانوں سے اس شدید مطالبے کے تسلیم کی صورت میں اپنی گریبانوں میں جھانک کر دیکھیں کہ ہمارے پاس کیسے افراد کا مجموعہ ہے سرفہرست حضرات کی اہلیت کیا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ خلافت شرعیہ کیلئے صرف کفار کو شکست دینا کافی نہیں ہے بلکہ شکست کفار کے بعد نفاذ شریعت جو کہ مقصود بالذات ہے کیلئے مستقل محنت درکار ہے تو موجودہ تمام مذہبی جماعتوں، دینی شعبوں کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد ان کی سرگرمیوں اور جدوجہد پر نظر ڈالنے کے بعد یہ فیصلہ کرنا میرے نزدیک کوئی مشکل نہیں کہ ان میں سے منفرداً کوئی شعبہ یا جماعت اس عظیم مقصد کو پورا نہیں کر سکتی۔ جب تک کہ یہ تمام شعبے اور جماعتیں یکجا ہو کر ان میں بکھرے ہوئے مختلف اوصاف کے حامل لوگ ملکر اس خلاء کو پر نہ کریں جس کے ہوتے ہوئے ''تمکین فی الارض مع اقامتِ دین۔'' کا وجود ناممکن نظر آ رہا ہے۔

آخر میں احقر تمام مذہبی مقتداء حضرات کی خدمت عرض کرتا ہے کہ اپنی محنت کے محدود قربانیوں اور کامیابیوں کو احیاء خلافت نہ سمجھیں بلکہ اسلامی خلافت کے اصول ومقاصد کو سامنے رکھ کر امت مسلمہ کفری نظام کے شکنجے سے نکل جائے اور اسلامی خلافت کے سائے تلے سکون وآرام کا سانس لے سکیں۔ واللہ علم بالصواب۔

احیائے خلافت کو انٹرنیٹ پر درج ذیل ویب سائٹس پر ملاحظہ کیجیے۔

www.muwahideen.com.nr
www.ribatmarkaz.co.cc
www.jhuf.net
www.ansar1.info
www.malhama.co.nr
www.alqital.net

بھائی عدنان رشید کی طرف سے ملالہ کے نام ایک کھلا خط

سلامتی ہواس کے لئے جو ہدایت پر چلے

میں یہ خط اپنی ذاتی حیثیت میں لکھ رہا ہو اور اس کا تحریک طالبان پاکستان یا کسی اور جہادی دستے یا گروہ کے موقف کا ترجمان ہونا ضروری نہیں میں نے پہلی بار تمہارے بارے میں بی بی سی اردو سروس کے ذریعے سنا تھا، جب میں بنوں جیل میں قید تھا، اور اس وقت میں تمہیں خط لکھنے کا ارادہ رکھتا تھا کہ تمہیں طالبان مخالف سرگرمیوں سے باز رکھنے کیلئے نصیحت کروں، جن میں تم ملوث تھی۔

لیکن میں تمہارا پتہ معلوم نہ کر سکا اور میں تم تک اپنے اصل یا فرضی نام سے رسائی حاصل کرنے کا سوچ رہا تھا۔ تمہارے حوالے سے میرے تمام جذبات برادرانہ تھے کیونکہ ہم دونوں کا تعلق یوسفزئی قبیلے سے ہی ہے۔

اسی اثنا جیل توڑنے کا واقعہ پیش آ گیا اور مجھے روپوشی اختیار کرنا پڑی۔ جب تم پر حملہ ہوا تو اس نے مجھے چونکا دیا، میں نے سوچا کہ کاش ایسا کبھی نہ ہوتا اور یہ کہ میں نے تمہیں پہلے ہی نصیحت کر دی ہوتی۔

طالبان نے تم پر حملہ کیا، کیا یہ اسلامی نقطہ نظر سے درست اقدام تھا یا نہیں، یا کیا تم قتل کئے جانے کی قابل تھی یا نہیں، میں اس بحث میں نہیں الجھنا چاہتا، اس معاملے کو اگر اللہ تعالیٰ پر ہی چھوڑ دیا جائے تو بہتر ہوگا کیونکہ وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

یہاں میں تمہیں نصیحت کرنا چاہتا ہوں کیونکہ پہلے ہی بہت دیر ہو چکی ہے، اور شاید کہ میں نے تمہیں جیل میں رہتے ہوئے ہی نصیحت کر دی ہوتی اور یہ واقعہ پیش نہ آتا۔

سب سے پہلے اس بات کو یاد رکھنا کہ طالبان نے تم پر اس لئے حملہ نہیں کیا کہ تم سکول جاتی تھی یا تم تعلیم کا شوق رکھتی تھی، اور یہ بھی یاد رکھنا کہ طالبان مجاہدین، کسی لڑکے یا لڑکی کی تعلیم کے مخالف قطعاً نہیں، بلکہ طالبان کا خیال ہے کہ تم شعوری طور پر ان کے خلاف لکھ رہی تھی اور سوات میں اسلامی نظام کے نفاذ کیلئے ان کی کوششوں کو بدنام کرنے کیلئے قبیح مہم چلا رہی تھی اور یہ کہ تمہاری تحریریں اشتعال انگیز تھیں۔

تم نے انے کل کی تقریر میں کہا کہ قلم تلوار سے زیادہ طاقتور ہوتا ہے، اس لئے یہ بات یاد رکھنا کہ تمہیں تمہاری تلوار کی وجہ سے نشانہ بنایا گیا نہ کہ تمہاری کتابوں یا سکول کی وجہ سے۔

سوات میں طالبان کی مزاحمت سے پہلے اور بعد میں ہزاروں لڑکیاں سکول جا رہی تھیں ،تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر تم ہی کیوں نشانہ پر تھی؟

دوسری بات یہ کہ آخر طالبان سکولوں کو کیوں اڑا رہے ہیں؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ خیبر پختونخواہ اور قبائلی علاقوں میں صرف طالبان ہی سکول نہیں اڑا رہے بلکہ اس میں پاکستانی ناپاک فوج اور ایف سی والے را بر کے شریک ہیں۔ اس اقدام کی اصل وجہ جو ان دونوں میں مشترک ہے وہ یہ ہے کہ جب بھی یہ پاکستانی فوج یا طالبان میں کسی بھی فریق کے قبضے میں آتے ہیں ان سکولوں کو کمین گاہوں یا راہداری مراکز میں تبدیل کر دیا جاتا ہے۔

۲۰۰۷ء میں، میں سوات میں ہی موجود تھا، اور میں مولانا صوفی محمد کے پہلے انقلاب کی ناکامیوں کی وجوہات پر تحقیق کر رہا تھا۔ مجھے یہ معلوم ہوا کہ ایف سی، سوات کی تحصیل مٹہ میں سکولوں میں مقیم ہے اور ایف سی ان سکولوں کو کمین گاہوں اور راہداری مراکز کے طور پر استعمال کر رہی ہے۔ اب خود ہی بتاؤ کہ قصور وار کون ہے؟؟ درجنوں سکول اور کالج پاکستانی فوج اور ایف سی کے زیر استعمال ہیں جنہیں وہ قبائلی علاقوں میں عسکری چھاونیوں کے طور پر استعمال کر رہے ہیں۔ اگر تم چاہو تو یہ تم خود بھی آسانی سے معلوم کر سکتی ہو۔ چنانچہ اگر کوئی محترم شے کو موذی شے میں تبدیل کر دیا جائے تو اسے ختم کرنا ضروری ہو جاتا ہے، اور یہی طالبان کی پالیسی ہے۔

ایسے سکولوں کو اڑانا جو کہ کسی عسکری مقصد کے لئے استعمال نہ ہو رہے ہوں، طالبان کا کام نہیں ہے۔ مقامی انتظامیہ میں کچھ کالی بھیڑیں اس میں ملوث ہو سکتی ہیں تا کہ سکولوں کے نام پر مزید امداد بٹوری جائے اور اپنے بینکوں کے کھاتے بھرے جا سکیں۔

اب میں اصل موضوع کی طرف آتا ہوں جو کہ ہے تعلیم۔ یہ حیرت انگیز امر ہے کہ تم تعلیم کیلئے چیخ پکار کر رہی ہو، تم اور اقوام متحدہ ایسا تاثر دے رہے ہیں کہ تمہیں تعلیم کی وجہ سے نشانہ بنایا گیا حالآنکہ یہ اصل وجہ نہیں۔ اگر ایمانداری سے بات کی جائے تو اصل وجہ تعلیم نہیں بلکہ اصل مسئلہ تمہارا پراپیگنڈا تھا جو کہ تم ابھی بھی کر رہی ہو اور تم اپنی زبان غیروں کے ایماء پر استعمال کر رہی ہو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اگر قلم تلوار سے زیادہ طاقتور ہوتا ہے تو زبان زیادہ تیز تر ہوتی ہے کیونکہ تلوار کا زخم تو پھر بھی مٹ جاتا ہے لیکن زبان سے لگایا گیا زخم کبھی بھی ٹھیک نہیں ہوتا۔ جنگوں میں اکثر زبان کسی بھی ہتھیار سے زیادہ تباہ کن ثابت ہو سکتی ہے۔

میں تمہیں یہ بات بتانا چاہتا ہوں کہ برِصغیر پاک و ہند، برطانوی یلغار سے پہلے اعلیٰ تعلیم یافتہ تھا، اور اس کا تقریباً ہر شہری پڑھنا اور لکھنا جانتا تھا۔ مقامی لوگ برطانویوں کو عربی، ہندی، اردو اور فارسی پڑھایا کرتے تھے تقریباً ہر مسجد ایک درس گاہ کا بھی کردار ادا کرتی تھی، اور مسلم سلاطین تعلیم پر کثیر رقم خرچ کیا کرتے تھے۔ مسلم ہند، ریشم اور پٹسن کی کاشت سے لے کر کپڑے کی صنعت اور جہاز سازی میں کافی خود کفیل تھا۔ نہ غربت تھی، نہ ہی بحران اور نہ ہی مذاہب یا تہذیبوں کا تصادم۔ کیونکہ تعلیمی نظام صالح افکار اور صالح نصاب پر مبنی تھا۔

میں تمہاری توجہ لارڈ میکالے کے برطانوی پارلیمان کو ۲فروری ۱۸۳۵ء کو لکھے گئے اس مکتوب کی جانب مبذول کروانا چاہتا ہوں جس کا موضوع تھا کہ ایسا کون سا تعلیمی نظام ہندوستان میں رائج کیا جائے کہ برِصغیر ہند کے مسلم نظامِ تعلیم کو تبدیل کیا جا سکے۔

اس نے کہا کہ:

''ہمیں اس وقت بھرپور کوشش کرنی چاہئے کہ ہم ایک ایسا طبقہ تشکیل دیں جو ہمارے لاکھوں محکومین کے مابین ترجمان کا کام دے سکیں، ایک طبقہ جو ایسے لوگوں پر مشتمل ہو جو نسل اور رنگ میں تو ہندوستانی ہوں لیکن ذائقے، آراء، اخلاقیات اور سوچ میں فرنگی ہو''۔

یہ تھا وہ منصوبہ اور مشن اس برائے نام تعلیمی نظام کا جو آج کل جاری ہے، جس کی خاطر تم اپنی جان دینے کے لئے تیار ہو، جس کے لئے اقوامِ متحدہ تمہیں اپنے دفتر لے گیا تا کہ زیادہ سے زیادہ ایسے ایشیائی پیدا کئے جا سکیں جو نسلاً تو ایشائی ہوں لیکن سوچ میں فرنگی ،اور زیادہ سے زیادہ ایسے افریقی لوگ پیدا کئے جا سکیں جو اخلاقیات میں فرنگی ہو ں۔ یہی وہ تعلیم ہے جس نے اوبامہ جیسے قاتل کو تمہارے لئے مثالی نمونہ بنا دیا۔ کیا یہی بات نہیں؟

تمہارا کہنا ہے کہ ایک استاد، ایک قلم اور ایک کتاب دنیا بدل سکتے ہیں۔ میں اس بات سے اتفاق کرتا ہوں۔ لیکن کون سا استاد کون سا قلم اور کون سی کتاب؟ اس بات کی تخصیص ضروری ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ مجھے ایک استاد کے طور پر بھیجا گیا ہے، اور کتاب جو اس نے سکھلانے کیلئے اتاری ہے وہ ہے قرآن۔

چنانچہ ایک مکرم اور نیک استاد نبوی نصاب کے ساتھ ہی دنیا کو تبدیل کر سکتا ہے نہ کہ شیطانی الحادی نصاب کے ساتھ۔

تم نے ایک مثال دی ہے کہ ایک مرتبہ ایک صحافی نے ایک طالب علم سے پوچھا کہ طالب تعلیم سے کیوں خوفزدہ ہیں، تو اس نے جواب دیا کہ طالب کو معلوم ہی نہیں کہ اس کتاب میں کیا لکھا ہے۔ اسی طرح میں تم سے اور تمہارے وساطت سے ساری دنیا سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ اللہ کی کتاب سے کیوں خوفزدہ ہیں، کیونکہ وہ جانتے ہی نہیں کہ اس کتاب میں کیا لکھا ہے۔

طالبان اس چیز کو نافذ کرنا چاہتے ہیں جو کہ اللہ کی کتاب میں درج ہے اور اقوامِ متحدہ اس چیز کو نافذ کرنا چاہتے ہیں جو انسان کی لکھی ہوئی کتابوں میں درج ہے۔ ہم دنیا کو اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ذریعے ان کے رب سے جوڑنا چاہتے ہیں جبکہ اقوامِ متحدہ ساری دنیا کو چند رذیل مخلوقات کا غلام بنانا چاہتی ہے۔

تم نے ایک ظالم ادارے کے سٹیج سے انصاف اور برابری کی بات کی۔ جس مقام سے تم کھڑی ہو کر انصاف اور برابری کی دہائی دے رہی تھی، وہاں تمام اقوام برابر نہیں ہیں۔

صرف پانچ مکار ریاستوں کے پاس ویٹو کی طاقت ہے اور باقی بے بس ہیں۔ کئی مرتبہ جب ساری دنیا اسرائیل کے خلاف متحد ہوئی تو صرف ایک ویٹو ہی عدل و انصاف کا گلا گھونٹنے کے لئے کافی تھا۔

جس مقام پر کھڑی ہو کر تم دنیا سے مخاطب تھی، وہ ایک نئے عالمی نظام کی جانب گامزن ہے۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آخر پرانے عالمی نظام میں کیا خرابی تھی؟ وہ ایک عالمی تعلیمی نظام، عالمی معاشی نظام، عالمی فوج، عالمی تجارت، عالمی حکومت اور بالآخر ایک عالمی مذہب نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ کیا ان مندرجہ بالا عالمی منصوبوں میں آسمانی ہدایت کے لئے کوئی جگہ بچی ہے؟ کیا شریعتِ اسلامی یا اسلامی قانون کے لئے کوئی جگہ بچی ہے جسے اقوامِ متحدہ غیر انسانی اور وحشی قرار دیتے ہیں؟

تم نے پولیو کی ٹیموں پر حملوں کی بات کی۔ کیا تم یہ وضاحت کرو گی کہ امریکی یہودی وزیر خارجہ ہنری کسنجر نے ۱۹۷۴ء میں یہ کیوں کہا تھا کہ تیسری دنیا کی آبادی ۸۰ فیصد گھٹا دینی چاہیے؟ دنیا کے مختلف ممالک میں اقوامِ متحدہ کی چھتری تلے کسی نہ کسی طرح ''ضبطِ تولید'' اور ''اصلاحِ نسل'' کے منصوبے کیوں چلا رہے ہیں؟ ازبکستان میں تقریباً ۱۰ لاکھ خواتین کو ان کی مرضی کے برعکس زبردستی بانجھ کر دیا گیا۔

برٹرانڈ رسل اپنی کتاب ''سائنس کے معاشرے پر اثرات'' میں لکھتا ہے کہ:

''غذا، ادویات اور ہدایات بچپن سے ہی یکجا ہو جائیں گے، تا کہ ایسے کردار اور عقائد کے لوگ پیدا کئے جائیں جو کہ حکام کے نزدیک قابلِ قبول ہوں اور اقتدار کے خلاف کسی قسم کی سنجیدہ تنقید نفسیاتی طور پر ناممکن ہو جائے''

یہ ہے وہ وجہ جس کی وجہ سے ہمیں پولیو کے منصوبوں کے حوالے سے تحفظات ہیں۔

تم کہتی ہو کہ ''یوم ملالہ'' صرف تمہارا دن نہیں بلکہ یہ ہر اس شخص کا دن ہے جس نے اپنے حقوق کی خاطر آواز اٹھائی۔ میں تم سے پوچھتا ہوں کہ ایسا دن (اہل فلسطین کے حقوق کی خاطر اسرائیل کے بلڈوزر کے نیچے آ کر قتل ہونے والی امریکی لڑکی) ریچل کوری کے لئے کیوں نہ کیا گیا؟ اس لئے کہ بلڈوزر اسرائیلی تھا؟ ایسا دن عافیہ صدیقی کے لئے کیوں نہ مختص کیا گیا؟ اس لئے کہ ان کے خریدار امریکی تھے؟ ایسا دن فیضان اور فہیم کے لئے کیوں نہ مختص کیا گیا؟ اس لئے کہ ان کا قاتل ریمنڈ یوس تھا؟ ایسا دن ان ۱۶ معصوم افغان عورتوں اور بچوں کے لئے کیوں نہ مختص کیا گیا جنہیں امریکی رابرٹ بیلاس نے قتل کیا تھا؟ اس لئے کہ وہ طالب علم نہیں تھا؟

میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں اور تمہارا ایماندارانہ جواب چاہتا ہوں۔ اگر تمہیں امریکی ڈرون میں نشانہ بنایا جاتا، تو کیا دنیا کو تمہاری طبّی صورتحال کے حوالے سے اس طرح باخبر رکھا جاتا؟ کیا تمہیں ''قوم کی بیٹی'' کا خطاب ملتا؟ کیا ذرائع ابلاغ تمہارے بارے میں اسی طرح شور مچاتے؟ کیا جنرل کیانی اسی طرح تمہاری زیارت کرنے کے لئے

چکر لگا تا پھرتا اور کیا دنیا کے ذرائع ابلاغ اسی طرح تمہارے بارے میں مسلسل خبریں نشر کرتے؟ کیا تمہیں اسی طرح اقوامِ متحدہ میں مدعو کیا جاتا؟ کیا اسی طرح ''یوم ملالہ'' کا اعلان کیا جاتا؟

۳۰۰ سے زائد معصوم عورتیں اور بچے ڈرون حملوں میں قتل کئے جاچکے ہیں لیکن کسی کو کیا فکر، کیونکہ حملہ آور اتنے ''اعلیٰ تعلیم یافتہ''، ''پرامن''، اور ''مہذب''، امریکی جو تھے۔

شاید کہ جو شفقت ورحمت تم نے نبی اکرم ﷺ سے سیکھی وہ پاکستانی فوج بھی سیکھ لے اور قبائل اور بلوچستان میں مسلمانوں کا خون بہانا چھوڑ دے۔ ساید کہ جو شفقت تم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سیکھی وہ امریکہ اور ناٹو بھی سیکھ لے تا کہ وہ دنیا بھر میں مسلمانوں کا خون بہانا ترک کر دیں، اور شاید کہ بدھا کے پیروکار بھی برما اور سرلنکا کے نہتے مسلمانوں کا قتل عام روک دیں۔ شاید کہ بھارتی فوج بھی گاندھی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کشمیر میں مسلمانوں کی نسل کشی روک دے۔ اور ہاں باچا خان کے پیروکاروں، اے این پی والوں نے تو صوبہ خیبر پختونخواہ میں گزشتہ پانچ سالہ دور اقتدار میں تو عدم تشدد کی ''بہترین مثال'' قائم کی ہے۔ جیسا کہ سوات میں کہ جہاں ایک گولی بھی نہ چلی اور ہم نے دیکھا کہ باچا خان کے پیروکاروں نے اپنے ''عدم تشدد کے فلسفے کو اس طرح روح کے مطابق'' جیٹ طیاروں، ٹینکوں اور گن شپ ہیلی کاپٹروں کی مدد سے قائم کر کے دکھایا۔

آخر میں میں تمہیں نصیحت کرنا چاہوں گا کہ تم اپنے وطن واپس آجاؤ، اسلامی اور پشتون طرز حیات کو اپناؤ، اپنے آبائی گھر کے قریب کسی بھی لڑکیوں کے مدرسے میں داخلہ لے لو، اللہ کی کتاب کا مطالعہ کرو، اپنا قلم مسلم امہ کی حالتِ زار کے لئے استعمال کرو اور اس چھوٹی سی اشرافیہ کی سازشوں کو بے نقاب کرو جو کہ وہ نئے عالمی نظام کی صورت میں تمام انسانیت کو اپنے ناپاک عزائم کی بھینٹ چڑھانے کیلئے کر رہے ہیں۔

تمام تعریفیں اللہ کے لئے جو کہ کائنات کا خالق و مالک ہے

مورخہ: ۱۵ جولائی ۲۰۱۳ء

بے نتیجہ مذاکرات کا ڈھونگ

چند دن پہلے پاکستان آرمی کے ایک جنرل کی ہلاکت اور بعد میں ایک چرچ پر حملوں کے بعد میڈیا نے آسمان سر پر اٹھالیا کہ طالبان مذاکرات میں سنجیدہ نہیں ہیں حالانکہ ابھی تک کوئی سیز فائر نہیں ہوا ہے اور اس سے صرف ایک دن پہلے کراچی میں ہمارے تین ساتھیوں کو شہید کر دیا گیا جسے تین ماہ پہلے گرفتار کیا گیا تھا۔ اسی طرح پاکستان میں قیدیوں کے ساتھ جو سلوک کیا جا رہا ہے وہ نہ صرف اسلامی قوانین کی خلاف ورزی ہے بلکہ جنیوہ کونشن اور تمام عالمی قوانین کی خلاف ورزی ہے نہ ان پر کوئی مقدمہ چلایا جا رہا ہے ان کو ماوراء عدالت شہید کیا جا رہا ہے اور پانچ پانچ چھ چھ سالوں سے خفیہ قید خانوں میں پڑے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہمارے درمیان اعتماد نہیں بن رہی ہے اور آئے روز دونو طرف سے عملیات ہو رہے ہیں جیسے کراچی، دیر اور نا گمان کے واقعات ہوئے۔

ہم یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ہم مذاکرات کی بھیگ نہیں مانگ رہے بلکہ ہم نے پاکستانی عوام کی فلاح اور پاکستان کو نقصانات سے بچانے کیلئے مذاکرات کے لیے دعوت میں پہل کی ہے اس سے یہ مطلب بالکل نہیں لینا چاہئے کہ ہم کمزور ہوئے ہیں ہم انشاء اللہ منظّم اور مضبوط ہیں ہم میں کوئی اختلاف نہیں ہیں اور ہم امیر محترم حکیم اللہ محسود حفظہ اللہ کے مکمل اطاعت میں ہیں۔

مذاکرات کے نام کا جو موجودہ لہر چل رہا ہے اس میں حکومت کی طرف سے کوئی سنجیدگی نہیں ہیں اور ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہ مذاکرات کسی بھی صورت اور کبھی بھی کامیاب نہیں ہونگے کیونکہ ہمارا مطالبہ آئین کو بدلنے کا ہے جبکہ فوج ہم سے آئین مین رہنے کا مطالبہ کر رہا ہے۔ ہم اس شرعی قانون کے مطالبہ سے ایک انچ بھی پیچھے ہٹنے والے نہیں ہیں اور اگر کوئی طالب کمانڈر اس مطالبہ پر سمجھوتہ کریگا تو ہم کسی بھی صورت میں ان کا ساتھ نہیں دیں گے۔

مذاکرات میں جو دوسری رکاوٹ ہے وہ یہ ہے کہ ہم چونکہ پورے پاکستان میں نظم رکھتے ہیں اس لئے ہمارا مطالبہ اور ہر معاہدہ پورے پاکستان کیلئے ہوگا اور قبائل سے باہر مجاہدین کو ہم کسی بھی صورت میں اکیلے نہیں چھوڑیں گے ساتھ مریں گے اور ساتھ جئیں گے انشاء اللہ۔

عمر خالد خراسانی حفظہ اللہ

خادم

تحریک طالبان پاکستان مہمند ایجنسی

جنرل کیانی کا سیاہ دور

بلال احمد مہمند

پاکستان کے چیف آف آرمی سٹاف جنرل پرویز کیانی اسی سال نومبر کے مہینے میں اپنے عہدے سے فارغ ہوجائینگے۔ تین سال پہلے اسکی مدت ملازمت پوری ہوچکی تھی لیکن اس وقت کے زرداری گیلانی حکومت نے ''قوم کے وسیع تر مفاد'' میں اس کی مدت ملازمت میں تین سال کی توسیع کی جنرل کیانی کی اس عہدے پر کل مدت ملازمت تقریباً چھ سال تک پہنچتی ہے جب سابقہ فوجی آمر پرویز مشرف نے نو سال تک چیف آف آرمی کا عہدہ رکھنے کے بعد مجبور ہوکر یہ عہدہ چھوڑا۔ جنرل کیانی کے مداحین اس کی مدح سرائی میں زمین و آسمان کے قلابے ملانے لگے ہیں، ان مداحین میں اکثریت ان تجزیہ نگاروں اور مبصرین کی ہے جو اس بات پر پوری طرح قانع ہے کہ اسٹیبلیشمنٹ اور فوج سے کبھی بھی پنگا نہیں لینا ہے اور اگر پاکستان میں کمال درکار ہو تو فوج کا طویل اور مضبوط دامن اس مہارت اور مضبوطی سے تھامو کہ زندگی بھر وہ کبھی ہاتھ سے چوٹے۔

ہم ان سطور میں جنرل کیانی کے دور کے ان واقعات کا مختصراً تذکرہ کرینگے جو پاکستانی تاریخ کا ایک سیاہ باب ہے اور جن پر ایک طاقتور ایٹمی طاقت رکھنے والے ملک کے مضبوط فوج کے سربراہ نے کس حد تک خاموشی اختیار کی۔ ایک فوج کے سربراہ ہونے کے واسطے یہ خاموشی ایک انتہائی بزدلانہ عمل تصور ہوتی ہے۔ ان واقعات پر آرمی چیف کے ردعمل کو دیکھ کر آپ فیصلہ کرے کہ کیا یہ اس لائق تھا کہ پانچ چھ لاکھ افراد پر مشتمل فوج کی قیادت اس کے سپرد کی جائے یا نہیں؟ آیئے ان واقعات کا ایک سرسری جائزہ لیتے ہیں۔

مسلمانان پاکستان پر جنرل کیانی کی پہلی مصیبت اس وقت آن پڑی جب اس نے پاکستانی فوج کو حکم دیا کہ وہ سوات میں بے گناہ مسلمانوں کے خلاف آپریشن کا آغاز کردیں، اس آپریشن نے سوات کے مسلمانوں کو کن اذیت ناک مراحل سے گزارا اور انہیں کن مشکلات کے تحائف دیے اس کا احساس صرف ان لوگوں کو ہوسکتا ہے جو اس آپریشن سے متاثر ہوئے۔ پانچ لاکھ سے زائد مسلمانوں کو صرف اس وجہ سے بے گھر کردیا گیا کہ ان کے علاقے میں قرآن و حدیث کے مطابق فیصلے ہوتے تھے۔ یہ آپریشن اتنی وحشت اور بربریت کیساتھ کی گئی کہ نہ تو بچوں کو بخشا گیا اور بوڑھوں کو معاف کیا گیا۔ وہ لوگ جو کسی بھی طرح اس جنگ کا حصہ نہیں تھے ان کے گھروں پر بھی جیٹ طیاروں سے بمباری کی گئی، انہیں نکلنے کے لئے راستے بھی نہیں میسر تھے، خواتین اپنے بچوں کو گود میں اُٹھا کر کئی کئی میل پیدل سفر کرتی تھیں، بوڑھے بزرگ اپنی گھروں میں بے یارو مددگار رہ گئے کیونکہ وہ اس لائق نہیں تھے کہ ان دشوار گزار پیدل راستوں سے گزر سکیں۔

اس پوری کاروائی کا سبب صرف یہ تھا کہ سوات میں اسلامی شریعت اور قرآن و حدیث کے مطابق فیصلے ہوتے تھے۔ کیا یہ اتنا بڑا جرم تھا جس کی سزا پانچ لاکھ مسلمانوں کو دینا ضروری تھا۔ یہ تھا اس جنرل کا مسلمانوں کے خلاف پہلا ظالمانہ اقدام۔

دوسرا ایک اہم واقعہ یہ ہے کہ شہر لاہور میں ایک امریکی بدمعاش ریمنڈ ڈیوس نے پاکستانی فوج ہی کے دو کارندوں کو مارا، لیکن عجیب بات تھی کہ مسلمانوں کے خلاف ہر وقت مستعد رہنے والی فوج اس موقع پر بالکل خاموش ہوگئی اور اس بدمعاش سے یہ پوچھنے کی بھی زحمت گوارا نہیں کہ ''حضور والا! آپ کس طریقے سے ہمارے وطن میں رانجھا فرما ہوئے تھے''۔ یہ جنرل کیانی ہی تھے جس نے ریمنڈ ڈیوس کو جو کہ ملک و قوم کی جاسوسی اور فساد پھیلانے کی غرض سے آیا تھا، اس کے پاس قانونی دستاویزات بھی نہیں تھیں لیکن اسے بھی قوم کے محافظ نے باعزت طریقے سے رخصت کیا۔

جنرل کیانی کے دور کا یہ ایک اہم حصہ ہے کہ اس کے دور میں امریکی ایجنسیوں کے خفیہ اہلکاروں کو غیر قانونی طور پر پاکستان آنے کی اجازت دی۔ دنیا جانتی ہے کہ پاکستان میں کتنے بم دھماکے امریکیوں نے کیے لیکن اس پر مکمل خاموشی اختیار کی گئی۔

ایک واقعہ وہ بھی ہے جب امریکہ ہیلی کاپٹر پاکستان میں داخل ہوئے اور ایک عظیم عرب مجاہد، جو کہ عصر حاضر میں جہاد کا امام مانا جاتا ہو، جس کی بزرگی اور حق پرستی پر تمام اہل جہاد کا اتفاق ہے، اسے امریکی

فوجیوں نے ایبٹ آباد میں شہید کیا۔کیا یہ ممکن ہے کہ تین، چار ہیلی کاپٹر کسی ملک میں داخل ہو جائے اور ایک گھنٹہ تک وہاں ازادانہ حرکت کرے، کئی سو کلومیٹر تک دوسرے ملک میں اندر گھس جائے اور ایک ایٹمی ملک کو اس کا پتہ ہی نہ ہو،اس کا تو ایک ہی مطلب ہو سکتا ہے کہ پاکستانی فوج اس کاروائی میں برابر کی شریک تھی، شیخ اُسامہ کی اہلیہ کا حال ہی میں ایک عربی اخبار میں انٹرویو شائع ہوا، جس میں انہوں نے انکشاف کیا کہ شیخ پر حملہ کرنے والے امریکی اور پاکستانی فوجی اکھٹے تھے۔

بہر حال یہ افسوسناک واقعہ پاکستانی سرزمین پر چھ لاکھ پاکستانی فوج کی موجودگی میں پیش آیا، ایک مجاہد جس کی خاطر افغانوں نے اپنی پوری حکومت قربان کی، اسے ہم نے امریکیوں کیساتھ مل کر شہید کیا۔اس واقعہ پر پاکستانی فوجی نے اپنی روایتی بے غیرتی کا مظاہرہ کیا، اگر شیخ اُسامہ کی شہادت ان لوگوں کے لئے کوئی مسئلہ نہیں تھا تو کم از کم اپنے سرحدات کی حفاظت کی خاطر تو امریکیوں سے باز پرس کرتے لیکن طاقت ور فوج کے طاقتور سربراہ نے مسلمانوں کے ازلی دشمن کے سامنے گردن جھکانے میں ہی عافیت سمجھی۔

جنرل کیانی کی کارناموں میں ایک اہم کارنامہ یہ شمار کیا جاتا ہے کہ اس نے جمہوری عمل کو تسلسل کیساتھ قائم رہنے میں رکاوٹیں نہیں ڈالی، اور اپنے آپ کو سیاست سے دور رکھا اور یہی اس کے فرائض منصبی کا تقاضہ تھا لیکن اگر دوسری طرف ہم دیکھے تو جنرل کیانی نے اس حکومت کو چلنے کا موقع دیا جس میں روزانہ بارہ ارب روپے کا کرپشن ہوتا تھا، اور اس کا بنیادی سبب یہ تھا کہ زرداری حکومت نے ''قوم کی مفاد'' میں اسے تین سال کی توسیع دی اور اس کے عوض جنرل کیانی نے ان کی ''کارناموں'' پر آنکھیں بند کیے تاکہ دونوں اقتدار کے مزے اپنے اپنے رنگ میں لوٹتے رہے۔

جنرل کیانی کے کرتوتوں میں سب سے سیاہ اور تاریک وہ باب ہے جس میں پاکستانی قوم کے ہزاروں بیگناہ افراد کو پاکستانی خفیہ ادارے لاپتہ کرتے رہے اور جنرل کیانی اس مسئلہ پر مکمل خاموش رہے۔جتنی تعداد میں پاکستانی قوم کے بیٹے لاپتہ کئے گئے وہ شاید تاریخ میں کسی دوسری قوم کیساتھ پیش آیا ہو، اپنے ہی ملک کے محافظ اپنے ملک کے باشندوں کو اغواء کر کے انہیں عقوبت خانوں میں ڈال کر وہاں شہید کرتے رہے، ان پر تیزاب چڑکتے رہے لیکن یہ سب کچھ ان کے تقدس میں رتی برابر فرق نہیں لاسکی۔صرف بلوچستان میں ہزاروں افراد کو جنرل کیانی کی ماتحت آئی ایس آئی نے اغواء کیا اور اغواء کرنے کے بعد انہیں قتل کر کے چہرے پر تیزاب پھینکتے اور پھر ان کی لاشیں کسی سڑک کے کنارے پھینک دیتے۔

لاپتہ بلوچ افراد کی بازیابی کے لئے کام کرنے والی ایک مقامی تنظیم (Voice for missing Baloch) کے سربراہ عبدالقادر بلوچ نے اپنے ایک انٹرویو میں کہا کہ ہمارے سترہ ہزار افراد لاپتہ ہیں جبکہ ابھی تک ہمیں بارہ سو (۱۲۰۰) افراد کی مسخ شدہ لاشیں ملی ہیں۔

اس کے علاوہ سینکڑوں مجاہدین کو جیلوں میں شہید کر دیا گیا، کئی بے گناہ سرکاری ملازمین اس جرم میں لاپتہ ہیں کہ وہ اسلامی ذہن کے حامل تھے یا ان کے مجاہدین کے ساتھ تعلقات تھے، ان کے رشتہ دار اب بھی اپنے پیاروں کی جدائی میں اسلام آباد کی سڑکوں پر پھر رہے ہیں لیکن کوئی ان کے آنسو خشک کرنے والا نہیں ہے۔یہ سب کچھ ہوتا رہا لیکن ملک کے سب سے بااختیار شخص اور فوج کے چیف کے دل میں مسلمانوں کی حالتِ زار پر کچھ بھی ترس نہیں آیا۔

خلاصہ یہ کہ جنرل کیانی کا دور اسلامیان پاکستان کے لئے ایک بڑی مصیبت اور عذاب سے کم نہ تھا اس شخص نے پاکستانی مسلمانوں کو ذلیل کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، مسلمانوں کے خلاف تو اس کی جیٹ طیارے، ٹینک اور ہیلی کاپٹر حرکت میں آسکتے ہیں لیکن کفار کے لئے اس کا رویہ بالکل نرم اور دوستانے والا تھا۔اللہ تعالیٰ اسے سابقہ آمر پرویز کی طرح ذلیل و رسوا کر دے۔

علماء حق کا قتل عام

شہید علماء

حضرت ابوسعید کہتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاسب سے افضل جہاد اس شخص کا ہے جو ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہے ۔

مشکوۃ شریف

پیشہ ورانہ قتل و غارت کے 65 سال

دجالی لشکر
پاکستانی فوج

صلیبی فوج کا ہراول دستہ

This Ad is a Bloody Civilian's Production

میں نے پہلے بھی مجاہدین کی خدمت کی ہے اور آئندہ بھی مجاہدین کی خدمت کرتا رہونگا

''زانگڑہ'' جنوبی وزیرستان کا ایک دور دراز علاقہ ہے، وہاں حاجی عربستان نامی ایک شخص رہتا تھا، اس کا اُٹھنا بیٹھنا مجاہدین کے ساتھ ہوتا تھا، جب کبھی مجاہدین دشمن پر حملہ کرنے جاتے اور حاجی صاحب موصوف سے ملاقات ہوتی تو حاجی صاحب ایک عجیب بات فرماتے تھے ''اللہ آپ کی نصرت کریں میں تو ابھی آپ لوگوں کے ساتھ جا نہیں سکتا لیکن میں قسم اُٹھا کر کہتا ہوں کہ میں شہید ہوں گا''۔ مجاہدین اس بات کو مذاق پر محمول کرتے اور اپنی منزل کی طرف چلے جاتے۔ کچھ عرصہ بعد پاکستانی فوج کو پتہ چلا کہ یہ بندہ مجاہدین کے ساتھ تعلقات رکھتا ہے، فوج نے حاجی عربستان کے گھر پر چھاپہ مارا اور حاجی صاحب کو گرفتار کیا، فوج نے فوراً پوچھا ''کیا آپ نے کبھی طالبان کے ساتھ تعاون کیا ہے'' آپ نے کہا ''میں نے پہلے بھی مجاہدین کی خدمت کی ہے اور اگر زندہ رہا تو پھر بھی مجاہدین کی خدمت کرتا رہونگا''۔ یہ جواب سن کر فوجی افسر نے اپنے کارندوں کو حکم دیا کہ اس کو قتل کر دو۔۔۔ فوجیوں نے اپنے مغرور افسر کے حکم کی تعمیل میں حاجی صاحب کو شہید کیا۔ اللہ اس مرد قلندر کو فردوسِ بریں میں اعلیٰ وارفع مقام عطا فرمائے، قلندر ہر چہ گوئید دیدہ گوئید کے مانند اللہ نے اس کی بات سچ ثابت کی۔